علمائے امت کی دینی فکری و تحقیقی آواز کو عام کرنے کی ایک قلمی کاوش

شمارہ نمبر ۹

مجلہ

روائع القلم

حیدرآباد، دکن



زیر سرپرستی

حضرت مولانا مفتی
محمد ذیشان
قاسمی صاحب
(استاذ مدرسہ امداد العلوم)

زیر نگرانی

حضرت مولانا مفتی
میر رضوان اللہ
قاسمی صاحب
(استاذ مدرسہ احیاء العلوم)

مدیر

مفتی محمد رضوان قاسمی

مدیر تحریر

مولانا محمد عاقل احمد خان

معاون مدیر

مولانا مفتی محمد پرویز علی
مولانا مفتی محمد فواد

ناشر

موسوعۃ البحوث والمقالات، حیدرآباد، دکن (الھند)

آئینہ مضامین

البدر التمام

في تخريج وَ تحقيق الأحاديث و الآثار التي ذكرها الإمام زكريا الكاندهلوى في فضائل شهر رمضان۔

حضرت شیخ الحدیثؒ (م ۱۴۰۲ھ) کا رسالہ ''فضائل رمضان'' کی مکمل تخریج وتحقیق۔

[قسط ۱]

مفتی محمد رضوان قاسمی –
محمد عاقل احمد خان –
[متخصصان فی الحدیث و علومه]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رب يسر و لا تعسر و تمم بالخير و بک نستعينک يا فتاح رب زدني علما۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا بن محمد یحیی بن محمد اسماعیل الکاندھلوی ثم المدنیؒ (م ۱۴۰۲ھ)، اپنی کتاب فضائل اعمال، میں موجود، فضائل رمضان میں ارشاد فرماتے ہیں کہ:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اگر حق تعالی شانہ تیری وجہ سے ایک شخص کو بھی ہدایت فرمادیں، تو تیرے لئے سرخ اونٹوں سے (جو عمدہ مال شمار ہوتا ہے) بہتر وافضل ہے۔ (**فضائل اعمال: ج۱: ص۵۶۹، طبع دینیات، ممبئ**)،

<u>أقول:</u> امیر المؤمنین فی الحدیث، امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل البخاریؒ (م ۲۵۶ھ) نے اس روایت کو اپنی مشہور کتاب **''الجامع المسند الصحيح المختصر من امور رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و سننه و ايامه'' المعروف بصحيح البخاری** میں سند

کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

حدثنا قتيبة بن سعيد، حدثنا يعقوب بن عبد الرحمن، عن أبي حازم، قال: أخبرني سهل بن سعد رضي الله عنه، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال يوم خيبر: لأعطين هذه الراية غدا رجلا يفتح الله على يديه، يحب الله ورسوله ويحبه الله ورسوله، قال: فبات الناس يدوكون ليلتهم أيهم يعطاها، فلما أصبح الناس غدوا على رسول الله صلى الله عليه وسلم كلهم يرجو أن يعطاها، فقال: أين علي بن أبي طالب فقيل: هو يا رسول الله يشتكي عينيه، قال: فأرسلوا إليه فأتي به فبصق رسول الله صلى الله عليه وسلم في عينيه ودعا له، فبرأ حتى كأن لم يكن به وجع، فأعطاه الراية، فقال علي: يا رسول الله، أقاتلهم حتى يكونوا مثلنا؟ فقال: انفذ على رسلك حتى تنزل بساحتهم، ثم ادعهم إلى الإسلام، وأخبرهم بما يجب عليهم من حق الله فيه، فوالله لأن يهدي الله بك رجلا واحدا خير لك من أن يكون لك حمر النعم۔ (**صحیح بخاری: ج۵: ص ۱۳۴، حدیث نمبر ۴۲۱۰، ت محمد زہیر الناصر، واللفظ لہ، صحیح مسلم: ج ۴: ص ۱۸۷۲، حدیث نمبر ۲۴۰۶، ت فؤاد عبد الباقی**)،

قوله [أي قول شيخ الحديث]:

ایک حدیث میں ہے کہ اگر لوگوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ رمضان کیا چیز ہے تو میری امت یہ تمنا کرے کہ سارا سال رمضان ہی ہو جائے۔ (**فضائل اعمال: ج۱: ص ۵۶۹، طبع دینیات، ممبئی**)،

أقول: ثقہ، ثبت، امام سلیمان بن احمد الطبرانیؒ (م ۳۶۰ھ) فرماتے ہیں:

حدثنا محمد بن يعقوب بن سورة البغدادي، ثنا محمد بن بكار، ثنا الهياج بن بسطام، ثنا عباد، عن نافع، عن أبي مسعود الغفاري قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول ذات يوم وقد أهل شهر رمضان: لو يعلم العباد ما في شهر رمضان لتمنى العباد أن يكون شهر رمضان سنة، فقال رجل من خزاعة: يا رسول الله حدثنا فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن الجنة تزين لشهر رمضان من رأس الحول إلى رأس الحول حتى إذا كان أول ليلة هبت ريح من تحت العرش فصفقت ورق شجر الجنة فنظر الحور العين إلى ذلك فقلن: يا رب، اجعل لنا من عبادك في هذا الشهر أزواجا تقر أعيننا بهم وتقر أعينهم بنا، وما من عبد صام شهر رمضان إلا زوجه الله زوجة في كل يوم من الحور العين المقصورات في الخيام على كل امرأة منهن سبعون حلة ليس منها حلة على لون الأخرى ويعطى سبعون لونا من الطيب ليس منه لون يشبه الآخر، وكل امرأة منهن على سرير من ياقوت موشح بالدر على سبعين فراشا بطائنها من إستبرق وفوق السبعين فراشا سبعون أريكة، ولكل امرأة منهن سبعون وصفاء يخدمنها وسبعين وصفاء للقيها

ووجهاء مع كل وصيف صحفة من ذهب فيها لون من الطعام يجد لآخره من اللذة مثل الذي يجد لأوله، ويعطى زوجها مثل ذلك على سرير من ياقوتة حمراء عليه سواران من ذهب موشح بالياقوت الأحمر هذا لكل يوم صامه من شهر رمضان سوى ما عمل من الحسنات۔ (المعجم الكبير للطبرانی: ج۲۲: ص۳۸۸، رقم ۹۶۷)

سند کی تحقیق:

(۱) امام سلیمان بن احمد الطبرانیؒ (م ۳۶۰ھ) امام، ثقہ، حافظ اور صاحبِ تصنیف ہیں۔ (ارشاد القاصی والدانی الی تراجم شیوخ الطبرانی: ص ۳۶)

(۲) محمد بن یعقوب بن سورۃ التمیمی البغدادیؒ صدوق ہیں، نیز دیکھئے (ارشاد القاصی والدانی الی تراجم شیوخ الطبرانی: رقم ۱۰۴۶)

(۳) ابوعبداللہ محمد بن بکار بن الریان الہاشمی البغدادیؒ (م ۲۳۸ھ) صحیح مسلم اور سننِ ابی داود کے راوی اور ثقہ ہیں۔ (تقریب: رقم ۵۷۵۸)

(۴) ھیاج بن بسطام التمیمیؒ (م ۱۷۷ھ) سنن ابن ماجہ کے راوی اور حافظ ابن حجر العسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) فرماتے ہیں: ''وہ ضعیف ہیں، ان سے ان کے صاحبزادے خالد نے انتہائی منکر روایتیں بیان کی ہے''۔ (تقریب: رقم ۷۳۵۵)

امام ابوحاتم الرازیؒ (م ۲۷۷ھ) نے فرمایا: ''يكتب حديثه، ولا يحتج به۔''

امام مالک بن سلیمان الھرویؒ (م ۲۱۴ھ) نے فرمایا: ''كان الهياج أعلم الناس، وأرحمهم، وأجلهم، وأشجعهم، وأسخاهم، وأفقههم۔''

امام مکی بن ابراہیمؒ (م ۲۱۵ھ) نے فرمایا: ''ما علمنا الهياج إلا ثقة صادقا عالما۔''

امام یحیی بن احمد بن زیاد الھرویؒ (م ۲۹۸ھ) نے فرمایا: ''كلما أنكر على الهياج فهو من جهة ابنه خالد، فإن الهياج في نفسه ثقة۔''

امام صالح بن محمدؒ (م ۲۰۵ھ) نے فرمایا: ''منكر الحديث، لا يكتب من حديثه إلا حديثين أو ثلاثة للاعتبار، ولم أعلم بكل ذلك حتى قدمت هراة، فرأيت عندهم أحاديث مناكير كثيرة له۔''

لیکن اس جرح کے رد میں، امام ابوعبداللہ الحاکم النیسابوریؒ (م ۴۰۵ھ) نے فرمایا: ''وهذه الأحاديث التي رواها صالح بهراة من حديث الهياج، الذنب فيه لابنه خالد، والحمل فيها عليه۔''

امیر المومنین فی الحدیث، امام محمد بن یحیی الذہلیؒ (م ۲۵۸ھ) نے فرمایا: ''الهياج عندنا ثقة''، تو ان سے کہا گیا: ''امام یحیی بن معینؒ نے تو ان پر کلام کیا ہے؟''، تو انہوں نے فرمایا: ''هو ثقة، ولم يكترث بقوله''، اقوال کیلئے دیکھئے (تھذیب الکمال:

ج ۳۰ ص ۵۷ ۳، رقم ۷۶۶۳، تھذیب التھذیب: ج ۱۱ ص ۸۸، رقم ۱۴۷، اکمال تھذیب الکمال: ج ۱۲: ص ۱۸۵)

ان اقوال کی روشنی میں معلوم ہوا کہ ھیاج بن بسطام فی نفسہ ثقہ ہیں اور ان پر کلام ان کے صاحبزادے خالد کی وجہ سے ہے، لہذا ان کی وہ روایات جو ان سے ان کے صاحبزادے نے بیان کی ہیں وہ ضعیف ہیں،

یہی وجہ ہے کہ محدث الہند فی عصرنا مفتی عبداللہ معروفی صاحب دامت برکاتہم سے جب ان کے متعلق سوال کیا گیا، تو حضرت نے فرمایا کہ ھیاج بن بسطام کی جو روایات ان کے صاحبزادے بیان نہ کرے وہ حسن لذاتہ ہونگی۔

(۵)　عباد بن کثیر الرملی، سنن ابن ماجہ کے راوی اور متکلم فیہ راوی ہیں، لیکن یہاں ان پر کلام فضول ہے، اسلئے کہ ان کے متابع میں ثقہ، ثبت، حافظِ حدیث امام عامر بن شراحیل الشعبیؒ (م ۱۰۴ھ)، موجود ہیں۔ (تقریب: رقم ۳۰۹۲)،

(۶)　نافع بن بردۃ الہمدانی کا ترجمہ نہیں ملا، لیکن ان سے امام شعبیؒ نے روایت لی ہے اور وہ اپنے نزدیک صرف ثقہ سے روایت لیتے تھے، چنانچہ امام یحیی بن معینؒ (م ۲۳۱ھ) فرماتے ہیں: ''اذا حدث الشعبی عن رجل فسماہ فھو ثقة یحتج بحدیثه''۔

جب امام شعبیؒ کسی راوی سے نام لے کر روایت بیان کریں تو وہ راوی ثقہ ہے اس کی حدیث قابلِ استدلال ہے، لہذا نافع کم از کم صدوق ہیں۔ دیکھئے (دراسات حدیثیة متعلقة بمن لا یروی الا عن ثقة للشیخ ابی عمرو الوصابی: ص ۲۶۳)

(۷)　ابو مسعود الغفاریؓ صحابی ہیں۔ (الاصابة فی تمییز الصحابة: ج ۷ ص ۳۰۹)

حکم:

معلوم ہوا کہ اس سند کے تمام روات ثقہ یا صدوق ہیں، البتہ عباد بن کثیر الرملی ضعیف ہیں، لیکن ثقہ متابع کے پائے جانے کیوجہ سے انکا ضعف اس روایت میں مضر نہیں۔

اس روایت کا متابع درجِ ذیل ہے:

- امام ابوبکر بن خزیمہؒ (م ۳۱۱ھ) فرماتے ہیں:

حدثنا أبو الخطاب زياد بن يحيى الحساني، ثنا سهل بن حماد أبو عتاب، أخبرنا سعيد بن أبي يزيد، ثنا محمد بن يوسف قالا: ثنا جرير بن أيوب البجلي، عن الشعبي، عن نافع بن بردة، عن أبي مسعود قال أبو الخطاب الغفاري: قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم، ح وقال سعيد بن أبي يزيد، عن أبي مسعود، عن النبي صلى الله عليه وسلم وهذا حديث أبي الخطاب قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول ذات يوم وقد أهل رمضان، فقال: لو يعلم العباد ما رمضان لتمنت أمتي أن يكون السنة كلها، فقال رجل من خزاعة: يا نبي الله، حدثنا، فقال: إن الجنة لتزين لرمضان من رأس الحول إلى الحول، فإذا كان أول يوم من رمضان هبت ريح من تحت العرش، فصفقت ورق الجنة، فتنظر الحور العين إلى ذلك، فيقلن: يا رب اجعل لنا من عبادك في هذا الشهر أزواجا تقر أعيننا بهم، وتقر

أعينهم بنا قال: فما من عبد يصوم يوما من رمضان إلا زوج زوجة من الحور العين في خيمة من درة مما نعت الله: {حور مقصورات في الخيام} على كل امرأة سبعون حلة، ليس منها حلة على لون الأخرى، تعطى سبعون لونا من الطيب، ليس منه لون على ريح الآخر، لكل امرأة منهن سبعون ألف وصيفة لحاجتها، وسبعون ألف وصيف، مع كل وصيف صحفة من ذهب، فيها لون طعام، تجد لآخر لقمة منه لذة، لا تجد لأوله، لكل امرأة منهن سبعون سريرا من ياقوتة حمراء، على كل سرير سبعون فراشا، بطائنها من إستبرق، فوق كل فراش سبعون أريكة، ويعطى زوجها مثل ذلك على سرير من ياقوت أحمر، موشح بالدر، عليه سواران من ذهب، هذا بكل يوم صامه من رمضان سوى ما عمل من الحسنات۔ (صحیح ابن خزیمہ: رقم ۱۸۸۶)

نوٹ: اس حدیث کی امام ابن خزیمہؒ نے دو سندیں بیان فرمائی ہے، پہلی سند ابوالخطاب کے طریق سے اور دوسری سند سعید بن ابی زیدون سے، پھر یہ دونوں سندیں جا کر جریر بن ایوب البجلی پر ایک ہوجاتی ہیں یعنی اس روایت کے مدارِ سند جریر بن ایوب البجلی ہیں۔

پہلی سند کی تحقیق:

(۱)　حافظ ابوبکر محمد بن اسحاق بن خزیمہ النیسابوریؒ (م **۳۱۱ھ**) امام، فقیہ، صاحبِ تصنیف، حافظِ حدیث اور حجت ہیں۔ (**سیر اعلام النبلاء: ج ۱۴ ص ۳۶۵، رقم ۲۱۴**)

(۲)　ابوالخطاب زیاد بن یحیی الحسانیؒ (م **۲۵۴ھ**) کتبِ ستہ کے راوی اور ثقہ، حافظِ حدیث ہیں۔ (**تقریب: رقم ۲۱۰۴، الکاشف: رقم ۱۷۱۲**)

(۳)　ابوعتاب سہل بن حماد (م **۲۰۸ھ**) صحیح مسلم اور سننِ اربعہ کے راوی اور صدوق ہیں۔ (**تقریب: رقم ۲۶۵۴**)

(۴)　جریر بن ایوب البجلی متکلم فیہ راوی ہیں لیکن ان پر کلام لغو ہے اسلئے کہ ان کے متابع میں الھیاج بن بسطام التمیمیؒ صدوق، حسن الحدیث راوی موجود ہیں۔ (دیکھئے، ص ۴)،

(۵)　عامر بن شراحیل الشعبیؒ (م **۱۰۴ھ**)

(۶)　نافع بن بردۃ الھمدانی،

(۷)　ابومسعود الغفاریؓ، ان تینوں حضرات کا ترجمہ گزر چکا ہے۔ (**ص ۵**)

دوسری سند کی تحقیق:

(۱)　امام ابن خزیمہؒ (م **۳۱۱ھ**) کا ترجمہ گزر چکا۔

(۲)　سعید بن ابی یزید، تصحیف **والصواب ابو عثمان سعید بن عبدوس بن ابی زیدون الرملی وراق الفریابی ثم**

القیسرانی وھو صدوق۔ (**المسالک القویمۃ بتراجم رجال ابن خزیمۃ: ص۵۲۲، رقم ۶۵**)

(۳)　ابوعبداللہ محمد بن یوسف الفریابیؒ (م۲۱۲ھ) کتبِ ستہ کے راوی اور ثقہ، فاضل ہیں۔ (**تقریب: رقم ۶۴۱۵**)

(۴)　جریر بن ایوب البجلی۔

(۵)　عامر بن شراحیل الشعبیؒ (م۱۰۴ھ)

(۶)　نافع بن بردۃ الہمدانیؒ،

(۷)　ابومسعود الغفاریؓ، ان تمام کا ذکر گزر چکا ہے۔

حکم:

معلوم ہوا کہ اس سند کے تمام راوی ثقہ یا صدوق ہیں، البتہ جریر بن ایوب البجلی کے متعلق کلام ہے، لیکن اس روایت میں، متابع کی وجہ سے، وہ کلام مضر نہیں ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اس حدیث کی دونوں سندیں ضعیف ہیں، لیکن یہ روایت تعددِ طرق کی وجہ سے حسن لغیرہ کے درجہ کو پہونچ جاتی ہے، اس کو فضائل میں بیان کرنا جائز ہے اور اس کو موضوع کہنا محلِ نظر ہے، واللہ اعلم۔

قولہ:　ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ رمضان المبارک کے روزے اور ہر مہینے میں تین روزے رکھنا دل کی کھوٹ اور وساوس کو دور کرتا ہے۔ (**فضائل اعمال ج:۱ ص: ص۵۶۹**، طبع دینیات، ممبئی)،

أقول:　مسند الامام احمد میں، امام احمد بن حنبلؒ (م۲۴۱ھ) نے اس حدیث کو اپنی سند کے ساتھ ذکر کرتے ہیں کہ

حدثنا وكيع، حدثني قرة بن خالد، عن يزيد بن عبد الله بن الشخير، عن الأعرابي، قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: صوم شهر الصبر، وثلاثة أيام من كل شهر، يذهبن وحر الصدر۔ (**مسند الامام احمد: ج۳۴: ص۳۴۰-۳۴۱، حدیث نمبر ۲۳۰۷۰**، ت الارنؤوط)،

سند کی تحقیق:

(۱)　امام ابوعبداللہ، احمد بن محمد بن حنبلؒ (م۲۴۱ھ) کتب ستہ کے راوی اور مشہور ثقہ، فقیہ، امام، حافظ، حجت ہیں۔ (**تقریب التہذیب: رقم ۹۷**)،

(۲)　وکیع بن جراحؒ (م۱۹۷ھ) بھی کتب ستہ کے راوی اور ثقہ حافظ، عابد ہیں۔ (**تقریب التھذیب: رقم ۷۴۶۴**)

(۳)　قرۃ بن خالد الدوسی، ابوخالد البصریؒ (م۱۵۵ھ) بھی کتب ستہ کے راوی اور ثقہ راوی ہیں۔ (**تقریب التھذیب: رقم: ۵۵۷۴**)

(۴)   ابوالعلاء البصری، یزید بن عبداللہ بن شخیر العامریؒ (م ۱۱۱ھ) بھی کتب ستہ کے راوی اور ثقہ راوی ہیں۔ (**تقریب التھذیب، رقم: ۷۷۹۱**)

(۵)   الاعرابی، یہ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں، جیسا کہ حافظ ابونعیم الاصبہانیؒ (م ۴۳۰ھ) نے کہا: ''**یزید بن عبد اللہ بن الشخیر، عن رجل من الصحابة**''۔ (**معرفة الصحابة لابی نعیم: ج ۶: ص ۳۱۷۸**)، اور تمام صحابہ عادل ہیں۔

حکم:

اس سند کے تمام روات ثقہ ہیں اور سند صحیح ہے اور یہی وجہ ہے کہ حافظ نورالدین الہیثمیؒ (م ۸۰۷ھ) نے کہا: ''**ورجال احمد رجال الصحیح**''۔ (**مجمع الزوائد: حدیث نمبر ۵۱۸۴**)،

اس روایت کے بارے میں، شیخ، محدث شعیب الارنؤوطؒ (م ۱۴۳۸ھ) نے کہا: ''**إسناده صحیح**''۔

اسی طرح، شیخ ناصر الدین البانیؒ (م ۱۴۲۰ھ) نے بھی اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ (**صحیح الترغیب والترھیب: رقم ۱۰۳۳**)،

قولہ: مسلم شریف کی ایک حدیث میں ہے کہ صحابہ کرامؓ ایک غزوہ کے سفر میں ایک منزل پر اترے گرمی نہایت سخت تھی اور غربت کی وجہ سے اس قدر کپڑا بھی سب کے پاس نہ تھا کہ دھوپ کی گرمی سے بچاؤ کر لیں، بہت سے لوگ اپنے ہاتھ سے آفتاب کی شعاع سے بچتے تھے، اس حالت میں بھی بہت سے روزے دار تھے، جس سے کھڑے ہو سکنے کا تحمل نہ تھا اور گر گئے صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت گویا تمام سال روزے دار ہی رہتی تھی۔ (**فضائل اعمال: ج ۱: ص ۵۷۰، طبع دینیات، ممبئ**)،

أقول: امام ابوالحسین، مسلم بن الحجاج النیسابوریؒ (م ۲۶۱ھ) نے کہا:

حدثنا أبو بكر بن أبي شيبة، أخبرنا أبو معاوية، عن عاصم، عن مورق، عن أنس رضي الله عنه، قال: كنا مع النبي صلى الله عليه وسلم في السفر، فمنا الصائم ومنا المفطر، قال: فنزلنا منزلا في يوم حار، أكثرنا ظلا صاحب الكساء، ومنا من يتقي الشمس بيده، قال: فسقط الصوام، وقام المفطرون، فضربوا الأبنية وسقوا الركاب، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ذهب المفطرون اليوم بالأجر۔ (صحیح مسلم: ج ۲: ص ۷۸۸، حدیث نمبر ۱۱۱۹، ت فؤاد عبد الباقی)

[فضائل رمضان، کی حدیث نمبر ''۱'' اور اس کے تحت، احادیث و آثار اور دیگر مصادر کی تخریج و تحقیق]

قوله: عَنْ سَلْمَانَ قَالَ: خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فِيْ اٰخِرِ يَوْمٍ مِنْ شَعْبَانَ، فَقَالَ: ''يٰاَيُّهَا النَّاسُ! قَدْ أَظَلَّكُمْ شَهْرٌ عَظِيْمٌ مُبَارَكٌ، شَهْرٌ فِيْهِ لَيْلَةٌ خَيْرٌ مِنْ أَلْفِ شَهْرٍ، شَهْرٌ جَعَلَ اللّٰهُ صِيَامَهُ فَرِيْضَةً، وَقِيَامَ لَيْلِهِ تَطَوُّعاً، مَنْ تَقَرَّبَ فِيْهِ بِخَصْلَةٍ كَانَ كَمَنْ أَدّٰى فَرِيْضَةً فِيْ مَا سِوَاهُ، وَمَنْ أَدّٰى فَرِيْضَةً فِيْهِ كَانَ كَمَنْ أَدّٰى سَبْعِيْنَ فَرِيْضَةً فِيْمَا سِوَاهُ، وَهُوَ شَهْرُ الصَّبْرِ-----
(فضائل اعمال: ج۱: ص۵۷۱-۵۷۲، طبع دینیات، ممبئی)،

أقول: حضرت، شیخ الحدیث (م ۱۴۰۲ھ) نے اس کی تخریج میں خود، فرماتے ہیں: کہ

رواه ابن خزيمة في صحيحه، وقال: إن صح الخبر. ورواه البيهقي، ورواه أبو الشيخ بن حبان في الثواب باختصار عنهما، وفي أسانيدهم علي بن زيد بن جدعان. ورواه ابن خزيمة أيضاً. والبيهقي باختصار عنه من حديث أبي هريرة، وفي إسناده كثير بن زيد. كذا في الترغيب. قلت: علي بن زيد ضعفه جماعة، وقال الترمذي: صدوق، وصح له حديثاً في السلام، وحسن له غير ما حديث، وكذا كثير ضعفه النسائي وغيره، وقال ابن مَعين: ثقة، وقال ابن عدي: لم أر بحديثه بأساً، وأخرج بحديثه ابن خزيمة في صحيحه، كذا في رجال المنذري، لكن قال العيني: الخبر منكر، فتأمل۔ (فضائل اعمال: ج۱: ص۵۷۰-۵۷۱، طبع دینیات، ممبئی)،

اس روایت کی مشہور سند وہی ہے جس کو، امام ابن خزیمہؒ (م ۳۱۱ھ) نے اپنی صحیح میں ذکر کیا ہے، اور انہی کے طریق سے، ثبت، حافظ ابوبکر البیہقیؒ (م ۴۵۸ھ) نے اس روایت کو ذکر کیا ہے، چنانچہ وہ کہتے ہیں: کہ

أخبرنا أبو عبد الله الحافظ، أخبرنا أبو بكر إسماعيل بن محمد الضرير بالري، حدثنا محمد بن الفرج الأزرق، حدثنا عبد الله بن بكر السهمي، حدثنا إياس بن عبد الغفار، عن علي بن زيد بن جدعان، ح

وأخبرنا أبو نصر بن قتادة، حدثنا أبو عمرو إسماعيل بن نجيد، حدثنا جعفر بن محمد بن سوار، أخبرني علي بن حجر، ح

وحدثنا أبو سعد عبد الملك بن أبي عثمان الزاهد، أخبرنا أبو عمرو محمد بن جعفر بن مطر، أخبرنا جعفر بن أحمد بن نصر الحافظ، حدثنا علي بن حجر، ح

وأخبرنا أبو زكريا بن أبي إسحاق المزكي، حدثنا والدي، قال: قرئ على محمد بن إسحاق بن خزيمة، أن علي بن حجر السعدي حدثهم، حدثنا يوسف بن زياد، عن همام بن يحيى، عن علي بن زيد بن جدعان، عن سعيد بن المسيب، عن سلمان الفارسي، قال: خطبنا رسول الله صلى الله عليه وسلم في آخر يوم من شعبان فقال: "يا أيها

الناس قد أظلكم شهر عظيم، شهر مبارك، شهر فيه ليلة خير من ألف شهر، جعل الله صيامه فريضة، وقيام ليله تطوعا، من تقرب فيه بخصلة من الخير كان كمن أدى فريضة فيما سواه، ومن أدى فريضة فيه كان كمن أدى سبعين فريضة فيما سواه، وهو شهر الصبر، والصبر ثوابه الجنة، وشهر المواساة، وشهر يزاد في رزق المؤمن، من فطر فيه صائما كان له مغفرة لذنوبه، وعتق رقبته من النار، وكان له مثل أجره من غير أن ينقص من أجره شيء" قلنا: يا رسول الله، ليس كلنا يجد ما يفطر الصائم، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "يعطي الله هذا الثواب من فطر صائما على مذقة لبن أو تمرة أو شربة من ماء، ومن أشبع صائما سقاه الله من حوضي شربة لا يظمأ حتى يدخل الجنة، وهو شهر أوله رحمة، وأوسطه مغفرة، وآخره عتق من النار من خفف عن مملوكه فيه غفر الله له وأعتقه من النار" زاد همام في روايته: "فاستكثروا فيه من أربع خصال، خصلتان ترضون بها ربكم، وخصلتان لا غنى لكم عنهما، فأما الخصلتان اللتان ترضون بها ربكم: فشهادة أن لا إله إلا الله وتستغفرونه، وأما اللتان لا غنى لكم عنهما فتسألون الله الجنة، وتعوذون به من النار۔

<u>سند کی تحقیق:</u>

(۱) امام ابوبکر احمد بن الحسین البیہقیؒ (م۴۵۸ھ)، ثبت، حافظ الحدیث ہیں۔ (سیر: ج۱۸: ص ۱۶۳، **السلسبیل النقی فی تراجم شیوخ البیہقی: ص۹۶**)،

(۲) یحیی بن ابراہیم بن محمد، ابوزکریا بن ابی اسحاق المزکی النیسابوریؒ (م۴۱۴ھ) ثقہ، حافظ، متقن ہیں۔ (**السلسبیل النقی: ص۶۴۶**)، اوران کے متابع میں ثقہ، امام عبدالملک بن محمد، ابوسعد بن ابی عثمان الخرکوشیؒ (م۴۰۷ھ)، ثقہ راوی، ابونصر، عمر بن عبدالعزیز ابن قتادۃ النیسابوریؒ، ثقہ، اور شیخ المحدثین، صاحب المستدرک، ابوعبداللہ الحاکمؒ (م۴۰۵ھ) وغیرہ موجود ہیں۔ (**السلسبیل النقی فی تراجم شیوخ البیہقی: ص ۲۴۲، ۴، ۵۱۳، الروض الباسم فی تراجم شیوخ الحاکم: ج۱: ص ۹۸**)،

(۳) ابواسحاق، براہیم بن محمد بن یحیی لمزکی النیسابوریؒ (م۳۶۲ھ) ثقہ، ثبت، فاضل ہیں۔ (**الدلیل المغنی لشیوخ الدارقطنی: ص ۷۳**)، اوران کے متابع میں ثقہ، متقن، محمد بن جعفر بن محمد بن مطر، ابوعمر المزکی النیسابوریؒ (م۳۶۰ھ)، ثقہ، مسند، ابوعمرو، اسماعیل بن نجید السلمیؒ (م۳۶۵ھ) اور ثقہ، فقیہ اسماعیل بن محمد، ابوبکر الصیاد الضریر، موجود ہیں۔ (**الروض الباسم فی تراجم شیوخ الحاکم: ج۲: ص ۹۵۲، ج۱: ص ۳۷۴، ۳۷۰**)،

(۴) امام الائمۃ، امام محمد بن اسحاق ابن خزیمۃؒ (م۳۱۱ھ) ثقہ، ثبت، حافظ ہیں۔ (**تاریخ الاسلام: ج۷: ص ۲۴۳، کتاب الثقات للقاسم: ج۸: ص ۱۷۳**)، اوران کے متابع میں ثقہ، حافظ جعفر بن احمد بن نصر النیسابوری الحصیریؒ (م۳۰۳ھ)، ثقہ، متقن، جعفر بن محمد بن سوار، ابومحمد النیسابوریؒ (م۲۸۸ھ) اور صدوق، حسن الحدیث راوی، محمد بن الفرج بن محمود الازرق

ؒ (م۲۸۴ھ) موجود ہیں۔(**تاریخ الاسلام: ج۷: ص۶۴، ارشاد القاصی والدانی الی تراجم شیوخ الطبرانی: ص۱۴۱، تحریر تقریب التہذیب: رقم۶۲۲۰**)،

(۵) علی بن حجر بن ایاس السعدیؒ (م۲۴۴ھ) صحیحین کے راوی اور ثقہ، حافظ ہیں۔(**تقریب: رقم۴۷۰۰**)،

(۶) یوسف بن زیاد، ابو عبد اللہ البصری، ضعیف ہے،(**لسان المیزان: ج۸: ص۵۵۴**)، مگر متابع میں ثقہ، حجت، حافظ، **أحد المحدثين الكبار**، کتبِ ستہ کے راوی، عبد اللہ بن بکر السہمیؒ (م۲۰۸ھ) موجود ہیں۔(**تقریب: رقم۳۲۳۴، الکاشف: رقم۲۶۵۰، سیر اعلام النبلاء: ج۹: ص۴۵۰، لسان المیزان: ج۹: ص۵۰۳**)،

لہذا یہاں یوسف بن زیاد، ابو عبد اللہ البصری کا ضعف مضر نہیں۔

(۷) ہمام بن یحیی بن دینار العوذیؒ (م۱۶۵ھ) کتبِ ستہ کے راوی اور ثقہ ہیں۔(**تحریر تقریب التہذیب: رقم۷۳۱۹**)، اور ان کے متابع میں إیاس بن عبد الغفار، موجود ہیں، جن کا ترجمہ نہیں مل سکا، تاہم ثقہ، حجت، حافظ، **أحد المحدثين الكبار**، امام عبد اللہ بن بکر السہمیؒ (م۲۰۸ھ) نے کہا: ''**أصحابنا رجل يقال له إياس**'' یعنی اصحاب الحدیث سے، ان کو متصف کیا ہے،(**بغیۃ الباحث للہیثمی: ج۱: ص۴۱۲، ت الباکری**)، جو کہ ان کی نیک شہرت پر دلالت کرتا ہے، اور ''بقول حافظ جلال الدین، عبد الرحمن السیوطیؒ (م۸۵۲ھ) کے: ''**يرقى إلى الحسن الذي قد وسما ضعفا لسوء الحفظ أو إرسال او ... تدليس او جهالة**'' ،(**الفیۃ السیوطی: ص۱۰، ت الفحل**)''، ان کی روایت کو متابع میں پیش کیا جا سکتا ہے۔

(۸) علی بن زید بن عبد اللہ ابن جدعان القرشی التیمیؒ (م۱۳۱ھ)، - جو کہ مدارِ سند ہے- صحیح مسلم و سنن اربع کے راوی اور ضعیف ہے۔(**تقریب: رقم۴۷۳۴**)، بعض حضرات نے کو شدید الضعف سے متصف کیا ہے، مگر صحیح و راجح قول یہی ہے کہ وہ متابع میں مقبول ہیں۔(**دیکھئے مجلہ الاجماع: ش۱: ص۱**)،

(۹) سعید بن المسیبؒ (م بعد ۹۰ھ) کتب ستہ کے راوی اور ثقہ، ثبت، حجت، حافظ، فقیہ، امام ہیں۔(**تقریب: رقم۲۳۹۶، الکاشف: رقم۱۹۶۰**)،

(۱۰) حضرت سلمان الفارسیؓ (م۳۴ھ) مشہور صحابیِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔(**تقریب: رقم۲۴۷۷**)،

نوٹ:

اگر چہ، سعید بن المسیبؒ (م بعد ۹۰ھ) کے اساتذہ میں، کسی نے حضرت سلمان الفارسیؓ (م۳۴ھ) کو ذکر نہیں کیا، مگر چونکہ ان کا سماع، حضرت عمرؓ (م۲۳ھ) وغیرہ حضرات سے ثابت ہے،(**تذکرۃ الحفاظ: ج۱: ص۴۴، تہذیب الاسماء واللغات: ص۲۱۹**)، لہذا حضرت سلمان الفارسیؓ (م۳۴ھ) سے امکان لقاء، عین ممکن ہے، لہذا یہ سند متصل ہوگی۔

نیز بالفرض، مرسل بھی، تو بھی ان کی مراسیل، ائمہ کے نزدیک صحیح قابل احتجاج ہیں۔(**دیکھئے جامع التحصیل: ۱۸۴**)،

لہذا "سعید عن سلمان" کی سند پر اعتراض ہی فضول اور کمزور ہے۔

حکم:

اس سند کے تمام روات ثقہ یا صدوق ہیں، اور تقریباً، ہر متکلم فیہ راوی کا متابع موجود ہے، جس کی تفصیل گزر چکی ہے، البتہ علی بن زید بن جدعانؒ (م ۱۳۱ھ) پر کلام ہے، مگر ان کی روایت بھی متابع میں قابل ذکر ہیں، نیز اس روایت کی ایک اور سند درج ذیل ہیں، جس میں صدوق راوی، ابووہب، عبدالعزیز بن عبداللہ القرشیؒ، ہمامؒ اور ایاس بن عبدالغفارؒ کے متابع میں موجود ہیں:

دوسری سند:

ثقہ، حافظ، امام ابوعبداللہ، الحسین بن اسماعیل المحاملیؒ (م ۳۳۰ھ) نے کہا:

ثنا سعيد بن محمد بن ثواب، ثنا عبد العزيز بن عبد الله الجدعاني، ثنا سعيد بن أبي عروبة، عن علي بن زيد، عن سعيد بن المسيب، عن سلمان الفارسي قال:

خطبنا رسول الله صلى الله عليه وسلم آخر يوم في شعبان أو أول يوم في رمضان, فقال: يا أيها الناس, قد أظلكم شهر عظيم شهر مبارك فيه ليلة خير من ألف شهر, افترض الله صيامه, وجعل قيامه تطوعا, فمن تطوع فيه خيرا فحظه من ذلك الخير كمن أدى فريضة فيما سواه, ومن أدى فيه فريضة كان كمن أدى سبعين فريضة وهو شهر الصبر والمواساة, ويزاد في رزق المؤمن فيه, ومن فطر فيه صائما كان له كعتق رقبة ومغفرة لذنوبه, وسقاه الله من حوضي شربة لا يظمأ بعدها أبدا في الدنيا ولا في الآخرة۔

قال: قلنا يا رسول الله, ليس كلنا نجد ما يفطر الصائم, فقال: "يعطي الله الثواب من فطر صائما على مذقة لبن أو تمرة أو أشبع جائعا سقاه الله من حوضي شربة لا يظمأ بعدها في الدنيا ولا في الآخرة, ومن خفف عن مملوكه فيه أعتقه الله من النار, وهو شهر أوله رحمة, وأوسطه مغفرة, وآخره عتق من النار وهو شهر لا غناء بكم عن أربع خصال: خصلتان ترضون بها ربكم, وخصلتان لا غناء بكم عنهما, فأما الخصلتان اللتان ترضون بهما ربكم: فشهادة أن لا إله إلا الله, وأن محمدا عبده ورسوله, وأما الخصلتان اللتان لا غناء بكم عنهما: تستغفرون الله بالليل والنهار وتستعيذون بالله من النار۔

حضرت سلمان فارسیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شعبان کے آخری دن، یا رمضان کے پہلے دن، ہمیں خطاب فرمایا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اے لوگوں! تم پر ایک عظمت والا اور بابرکت مہینہ سایہ فگن ہونے والا ہے، اس میں ایک ایسی رات ہے، جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے، اللہ تعالی نے اس کے روزے فرض کیے ہیں، اور اس کی راتوں کے قیام کو نفلی عبادت قرار دیا ہے۔

جو شخص اس مہینے میں کوئی ایک نیکی بطورِ نفل انجام دے، اسے ایسا اجر ملے گا، جیسے اس نے رمضان کے علاوہ کسی اور وقت میں ایک فرض ادا کیا ہو، اور جو اس میں ایک فرض ادا کرے، اسے ایسا ثواب ملے گا، جیسے اس نے دوسرے زمانے میں ستر فرض ادا کیے ہوں۔

یہ صبر اور غم خواری (ہمدردی ومواسات) کا مہینہ ہے، اور اس میں مؤمن کے رزق میں اضافہ کر دیا جاتا ہے، جو شخص اس مہینے میں کسی روزہ دار کو افطار کرائے، اس کے لیے یہ عمل اس کی مغفرت کا سبب ہوگا، اس کی گردن جہنم سے آزادی کا ذریعہ بنے گا، اور اللہ تعالیٰ، اسے میرے حوض سے ایسا جام پلائیں گے کہ اس کے بعد نہ دنیا میں اسے کبھی پیاس لگے گی، اور نہ آخرت میں۔

حضرت سلمانؓ فرماتے ہیں کہ ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ہم میں سے ہر شخص اس بات کی استطاعت نہیں رکھتا کہ کسی روزہ دار کو بھرپور افطار کرا سکے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ یہ ثواب اس شخص کو بھی عطا فرماتے ہیں، جو کسی روزہ دار کو ایک گھونٹ دودھ، یا ایک کھجور کے ذریعے افطار کرا دے، یا کسی بھوکے کو پیٹ بھر کر کھانا کھلا دے، ایسے شخص کو بھی اللہ تعالیٰ میرے حوض سے ایسا جام پلائیں گے، کہ اس کے بعد نہ دنیا میں اسے پیاس لگے گی اور نہ آخرت میں۔

اور جو شخص اس مہینے میں اپنے غلام یا خادم کے کام میں تخفیف کرے، اللہ تعالیٰ اسے جہنم سے آزاد فرما دیں گے، یہ ایسا مہینہ ہے کہ اس کا ابتدائی حصہ رحمت ہے، درمیانی حصہ مغفرت ہے، اور آخری حصہ جہنم سے آزادی ہے اور یہ وہ مہینہ ہے کہ تم چار باتوں سے بے نیاز نہیں ہو سکتے: دو باتیں ایسی ہیں جن کے ذریعے تم اپنے رب کو راضی کرو گے، اور دو باتیں ایسی ہیں جن سے تمہیں کسی حال میں بھی بے نیاز نہیں ہو سکتے، وہ دو باتیں جن سے تم اپنے رب کو راضی کرو گے، یہ ہیں:

(1) اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔

(2) اور یہ گواہی دینا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔

اور وہ دو باتیں جن سے تمہیں ہرگز بے نیازی نہیں، یہ ہیں:

(1) رات دن اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتے رہنا۔

(2) اور اللہ تعالیٰ سے جہنم کی آگ سے پناہ مانگتے رہنا۔ (**أمالي المحاملي: ص۲۸۶، حدیث نمبر ۲۹۳، ت القیسی**)،

__سند کی تحقیق:__

(۱) امام ابو عبد اللہ، الحسین بن اسماعیل المحاملیؒ (**م ۳۳۰ھ**) ثقہ، حافظ ہیں۔ (**الدلیل المغنی لشیوخ الدارقطنی: ص۱۸۹**)،

(۲) سعید بن محمد بن ثوابؒ (**م بعد ۲۶۰ھ**) ثقہ ہیں۔ (**تاریخ الاسلام: ج۶: ص۹۱، کتاب الثقات لابن حبان: ج۸: ص۲۵۲، کتاب الثقات للقاسم: ج۵: ص۱۵، کتاب التذییل علی کتب الجرح والتعدیل: ج۱: ص۱۱۷، تحفۃ اللبیب: ج۲: ص۳۱۳**)،

(۳)　عبدالعزیز بن عبداللہ القرشی، ابووہبؒ کے بارے میں حافظ ابن حبانؒ (م ۳۵۴ھ) اور حافظ قاسم بن قطلو بغاؒ (م ۸۷۹ھ) نے کہا: "یجب أن یُعتبر حدیثه إذا بَیَّنَ السماع"۔ (**کتاب الثقات لابن حبان: ج ۸: ص ۳۹۸، کتاب الثقات للقاسم: ج ۶: ص ۳۷۷**)،

اور اس روایت میں، عبدالعزیز بن عبداللہ القرشی، ابووہبؒ نے سماع کی تصریح کر دی ہے، لہذا یہاں وہ صدوق ہیں۔

اور حافظ ابن عدیؒ (م ۳۶۵ھ) کا کلام "هذا عامة ما یرویه لا یتابعه علیه الثقات"، عبدالعزیز بن عبداللہ القرشی کے ضعف پر دلالت نہیں کرتا، اور یہی وجہ ہے کہ حافظ محمد بن طاہر المقدسیؒ (م ۵۰۷ھ) نے کہا:

"وَلم یذکر بِسوء"۔

کسی نے ان کو ضعیف نہیں کہا۔ (**ذخیرۃ الحفاظ: ج ۲: ص ۸۰۲**)، غالباً یہی وجہ ہے کہ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) نے ان کو "من وصف بالتدلیس مع الصدق"، میں شمار کیا ہے۔ (**النکت علی ابن الصلاح لابن حجر: ج ۲: ص ۶۴۴-۶۴۵**)،

لہذا عبدالعزیز بن عبداللہ القرشی، ابووہبؒ، جب سماع کی تصریح کرے، تو وہ صدوق، حسن الحدیث ہونگے، اور یہاں بھی انہوں نے سماع کی تصریح کر دی ہے۔

لہذا یہاں عبدالعزیز بن عبداللہ القرشی، ابووہبؒ، صدوق، حسن الحدیث ہیں، واللہ اعلم۔

(۴)　سعید بن ابی عروبۃؒ (م ۱۵۶ھ) کتب ستہ کے راوی اور ثقہ، حافظ، و کان من أثبت الناس في قتادة ہیں۔ (**تحریر تقریب التہذیب: رقم ۲۳۶۵**)،

<u>**نوٹ نمبر "۱":**</u>

سعید بن ابی عروبۃؒ (م ۱۵۶ھ) کا "عنعنہ" مقبول ہے۔ (**طبقات المدلسین لابن حجر: ص ۳۱**)،

<u>**نوٹ نمبر "۲":**</u>

اگرچہ سعید بن ابی عروبۃؒ (م ۱۵۶ھ) کا اخیر عمر میں اختلاط ہو گیا تھا، مگر عبدالعزیز بن عبداللہ القرشی، ابووہبؒ کے طبقۃ الشیوخ کو دیکھنے سے، ظاہر ہوتا ہے کہ انہوں نے ان سے قبل اختلاط، روایت لی ہے، کیونکہ ان کے اکبر الشیوخ میں سعید بن ایاس البصریؒ (م ۱۴۴ھ) ہیں۔

اور عبدالعزیز بن عبداللہ القرشی، ابووہبؒ بھی چونکہ بصری ہی ہیں اور عام طور سے راوی، پہلے اپنے شہر کے علماء سے مستفید ہوتا ہے، اور ان کے الاکبر الشیخ، سعید بن ایاس البصریؒ (م ۱۴۴ھ) ہیں، جیسا کہ تفصیل گزر چکی۔

اس لحاظ سے، معلوم ہوتا ہے کہ بصرہ کے علماء سے، انہوں نے (۱۴۴ھ) سے پہلے ہی علم حاصل کرنا شروع کر دیا تھا، لہذا سعید بن ابی عروبۃ البصریؒ (م ۱۵۶ھ) سے بھی، ان کا سماع، قبل اختلاط ہونا چاہیے، کیونکہ ان کی وفات، (۱۵۶ھ) میں ہوئی اور

ان کا اختلاط، (۱۴۵ھ)، میں ہوا ہے۔(مرویات المختلطین فی الصحیحین للدکتور جاسم: ص۲۲)،

لہذا، ان کا سعید سے قبل الاختلاط، روایت لینے راجح معلوم ہوتا ہے، واللہ اعلم۔

(۵) علی بن زید بن عبد اللہ ابن جدعان القرشی التیمیؒ (م ۱۳۱ھ) اور

(۶) سعید بن المسیبؒ (م بعد ۹۰ھ) کے بارے میں تفصیل گزر چکی۔(دیکھئے ص ۱۱)،

(۷) حضرت سلمان الفارسیؓ (م ۳۴ھ) مشہور صحابیِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔(تقریب: رقم ۲۴۷۷)،

حکم:

اس سند کے تمام روات ثقہ یا صدوق ہیں، سوائے علی بن زید بن جدعانؒ (م ۱۳۱ھ) کے اور وہ بھی متابع میں قابلِ ذکر ہیں، کما مر، اور اس حدیث کی، ایک اور سند ملی ہے، جس میں علی بن زید بن جدعانؒ (م ۱۳۱ھ) کا متابع موجود ہے، چنانچہ

تیسری سند:

صدوق، زیدی، عالم، یحیی المرشد اللہ بن الحسین الشجری الجرجانی (م ۴۷۹ھ) نے کہا:

أخبرنا أبو القاسم عبد العزيز بن أحمد ابن عبد الله بن فادويه, قال: حدثنا أبو محمد عبد الله بن محمد بن جعفر بن حيان, قال: حدثنا أبو أيوب سليمان بن عيسى الجوهري, قال: حدثنا سعيد بن محمد بن ثواب, قال: حدثنا عبد العزيز بن عبد الله أبو وهب القرشي, قال: حدثنا سعيد بن أبي عروبة عن قتادة, وعلي بن زيد, عن سعيد بن المسيب, عن سلمان الفارسي, قال: خطبنا رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم آخر يوم من شعبان, أو قال: أول يوم من رمضان, قال:

"يأيها الناس, أظلكم شهر عظيم مبارك, فيه ليلة خير من ألف شهر, افترض الله صيامه, وجعل قيامه تطوعا, فمن تطوع خيرا, كان حظه من ذلك الخير كمن أدى فريضة فيما سواه, ومن أدى فريضته كان كمن أدى سبعين فريضة, وهو شهر الصبر والمؤاساة, ويزاد في رزق المؤمن فيه, ومن فطر صائما, كان له كعتق رقبة, ومغفرة لذنوبه, ودخول الجنة, وسقاه الله تعالى من حوضي شربة لا يظمأ في الدنيا, ولا في الآخرة, ومن خفف على مملوكه, أعتقه الله من النار, وهو شهر أوله رحمة, وأوسطه مغفرة, وآخره عتق من النار, فقيل: يا رسول الله, ليس كلنا يجد ما يفطر الصائم, قال: يعطي الله هذا الثواب من فطر صائما على مذقة لبن, أو تمرة, أو أشبع جائعا, وكان له مغفرة لذنوبه, وسقاه الله من حوضي شربة لا يظمأ بعدها في الدنيا والآخرة, وهو شهر لا غنى بكم عن أربع خصال: خصلتان ترضون بهما ربكم, وخصلتان لا غنى بكم عنهما, أما الخصلتان اللتان ترضون ربكم: شهادة أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له, وتستغفرونه بالليل والنهار, وأما الخصلتان اللتان لا غنى بكم عنهما: فالصلاة على النبي صلى الله عليه

وآلہ وسلم، وتستعیذون باللہ عز وجل من النار"۔

حضرت سلمان فارسیؓ (م ۳۴ھ) کہتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ نے ہمیں شعبان کے آخری دن یا رمضان کے پہلے دن خطبہ دیا اور ارشاد فرمایا:

اے لوگو! تم پر ایک عظمت والا اور بابرکت مہینہ سایہ فگن ہو چکا ہے، اس میں ایک رات ایسی ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس کے روزے فرض کیے ہیں اور اس کی راتوں کے قیام کو نفل عبادت بنایا ہے۔

جو شخص اس مہینے میں کوئی نیکی بطورِ نفل کرے گا، اسے ایسا اجر ملے گا جیسے اس نے کسی دوسرے وقت میں فرض ادا کیا ہو، اور جو اس میں فرض ادا کرے گا، اسے ایسا ثواب ملے گا جیسے اس نے دوسرے زمانے میں ''۷۰'' فرض ادا کیے ہوں۔

یہ صبر کا مہینہ ہے، اور صبر کا بدلہ، جنت ہے۔

یہ ہمدردی اور غم خواری کا مہینہ ہے، اور اس میں مومن کا رزق بڑھا دیا جاتا ہے، جو شخص کسی روزہ دار کو افطار کروائے، اس کے لیے ایک غلام آزاد کرنے کے برابر ثواب ہے، اس کے گناہ معاف کیے جائیں گے، اور وہ جنت میں داخل ہوگا اور اللہ تعالیٰ اسے میرے حوض سے ایسا مشروب پلائے گا کہ وہ کبھی پیاسا نہ ہوگا۔

جو شخص اپنے غلام (یا ماتحت) پر اس مہینے میں نرمی کرے گا، اللہ اسے جہنم سے آزاد کر دے گا۔

یہ وہ مہینہ ہے جس کا پہلا عشرہ رحمت، درمیانی عشرہ مغفرت اور آخری عشرہ جہنم سے آزادی ہے، صحابہؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم میں سے ہر ایک کو روزہ دار کو افطار کرانے کا سامان میسر نہیں ہوتا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ یہ ثواب اس شخص کو بھی عطا فرماتا ہے جو ایک گھونٹ دودھ، ایک کھجور، یا کسی بھوکے کو پیٹ بھر کھانا کھلا دے، اس کے لیے گناہوں کی مغفرت ہے، اور اللہ اسے میرے حوض سے ایسا مشروب پلائے گا کہ اس کے بعد وہ کبھی پیاسا نہ ہوگا۔

اور یہ ایسا مہینہ ہے کہ تمہیں چار چیزوں کی سخت ضرورت ہے: دو چیزیں وہ ہیں جن سے تم اپنے رب کو راضی کرو گے، اور دو چیزیں وہ ہیں جن کے بغیر تمہارا گزارا نہیں۔

وہ دو چیزیں جن سے تم اپنے رب کو راضی کرو گے:

(1) اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں۔

(2) اور دن رات اس سے استغفار کرنا۔

اور وہ ''۲'' چیزیں جن کے بغیر تمہیں چارہ نہیں:

(1) نبی ﷺ پر درود پڑھنا۔

(2) اور اللہ تعالیٰ سے جہنم کی آگ سے پناہ مانگنا۔(ترتیب الأمالی الخمیسیة للشجزی: ج ۲: ص ۱۶، نیز دیکھئے ج ۱: ص ۳۵۴، [۱])،

سند کی تحقیق:

(۱) یحیی المرشد اللہ بن الحسین الشجری الجرجانی (م ۴۹۷ھ) صدوق، زیدی، عالم ہیں۔(لسان المیزان: ج ۸: ص ۴۲۷)،

(۲) ابو القاسم، عبد العزیز بن احمد بن عبد اللہ فاذویہ الاصبہانیؒ (م ۴۴۲ھ) صدوق، ثقہ، متقن، صالح، شیخ ہیں۔(الانساب للسمعانی: ج ۱۰: ص ۱۱۵، تاریخ الاسلام: ج ۹: ص ۶۳۶)، اور ان کے متابع میں صدوق راوی، عبد الکریم بن عبد الواحد، ابو طاہر الحسنا باذیؒ (م ۴۳۸ھ) موجود ہیں۔(تاریخ الاسلام: ج ۹: ص ۵۷۶)،

(۳) ابو الشیخ، عبد اللہ بن محمد بن جعفر بن حیان الاصبہانیؒ (م ۳۶۹ھ) ثقہ، ثبت، حافظ ہیں۔(بلوغ الامانی بتراجم شیوخ ابی الشیخ الاصبہانی: ج ۱: ص ۴۲)،

(۴) ابو ایوب، سلیمان بن عیسی الجوہریؒ (م ۳۰۷ھ) ثقہ، صدوق ہیں۔(بلوغ الامانی بتراجم شیوخ ابی الشیخ الاصبہانی: ج ۱: ص ۴۵۱-۴۵۲)،

(۵) سعید بن محمد بن ثوابؒ (م بعد ۲۶۰ھ) ثقہ ہیں۔(تاریخ الاسلام: ج ۶: ص ۹۱، کتاب الثقات لابن حبان: ج ۸: ص ۲۵۲، کتاب الثقات للقاسم: ج ۵: ص ۱۵، کتاب التذییل علی کتب الجرح والتعدیل: ج ۱: ص ۱۱۷، تحفة اللبیب: ج ۲: ص ۳۱۳)،

(۶) عبد العزیز بن عبد اللہ القرشی، ابو وہبؒ، یہاں صدوق، حسن الحدیث ہیں۔(دیکھئے ص ۱۴)،

(۷) سعید بن ابی عروبہؒ (م ۱۵۶ھ) کا بھی تعارف گزر چکا۔

(۸) امام قتادۃ بن دعامۃ البصریؒ (م ۱۱۹ھ) کتب ستہ کے راوی اور ثقہ، ثبت، حافظ ہیں۔(تقریب: رقم ۵۵۱۸) اور ان کے

---

[۱] ج ۲: ص ۱۶، کی طرح، ترتیب الأمالی الخمیسیة للشجزی: ج ۱: ص ۳۵۴، پر بھی ''حدثنا سعید بن أبي عروبة عن قتادة، وعلي بن زيد، عن سعيد بن المسيب'' کی عبارت موجود ہونی چاہئے تھی، مگر کاتب کی غلطی کی وجہ سے، اس عبارت میں ''عن قتادة'' ساقط ہوگیا اور عبارت یوں ہوگئی، ''حدثنا سعيد بن أبي عروبة، وعلي بن زيد، عن سعيد بن المسيب'' ۔(دیکھئے ترتیب الأمالی الخمیسیة للشجزی: ج ۱: ص ۳۵۴)، جو کہ عبارت میں حذف پر دلالت کرتی ہے، جب کہ صحیح ''حدثنا سعيد بن أبي عروبة عن قتادة، وعلي بن زيد، عن سعيد بن المسيب'' ہی ہے، جیسا کہ اسی کتاب کے ''ج ۲: ص ۱۶'' پر موجود ہے، کیونکہ دونوں روایتیں، ابو الشیخ الاصبہانیؒ (م ۳۶۹ھ) سے ہی مروی ہے، لہذا قارئین سے گزارش ہے کہ اس بات کو نوٹ کرلیں، واللہ اعلم۔

متابع میں، علی بن زید بن جدعانؒ (م ۱۳۱ھ) موجود ہے، جو کہ متابع میں مقبول ہے۔ (دیکھئے ص ۱۱)،

نوٹ:

امام قتادۃ بن دعامۃ البصریؒ (م ۱۱۹ھ)، اگر چہ مدلس ہے، مگر یہاں متابع کی وجہ سے، ان پر کلام فضول ہے۔

(۹)　سعید بن المسیبؒ (م بعد ۹۰ھ) کے بارے میں تفصیل گزر چکی۔ (دیکھئے ص ۱۱)،

(۱۰)　حضرت سلمان الفارسیؓ (م ۳۴ھ) مشہور صحابیِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ (تقریب: رقم ۲۴۷۷)،

حکم:

اس سند کے تمام روات ثقہ یا صدوق ہیں، اور یہاں، علی بن زید بن جدعانؒ (م ۱۳۱ھ) کے متابع میں ثقہ، ثبت، حافظ، امام قتادۃ بن دعامۃ البصریؒ (م ۱۱۹ھ) موجود ہیں، اور اگر اس زیادتی کو تسلیم کر لیا جائے، تو یہ حدیث حسن لذاتہ ہوگی، تاہم اس روایت کا ایک شاہد بھی موجود ہے، چنانچہ

ایک شاہد:

صدوق، امام ابوبکر ابن ابی الدنیاؒ (م ۲۸۱ھ) کہتے ہیں کہ:

حدثنا الحسن بن علی، قثنا ھشام بن عمار، قال ثنا سلام بن سوّار، فثنا مسلمة بن الصلت، عن الزھری عن ابی سلمة عن أبی ھریرة قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: أول شھر رمضان رحمة، و أوسطه مغفرة، و آخره عتق من النار۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

رمضان المبارک کے ابتدائی حصہ [کے دس دن] رحمت ہیں، اس کا درمیانی حصہ [کے دس دن] مغفرت ہے، اور اس کا آخری حصہ جہنم کی آگ سے آزادی ہے۔ (**فضائل رمضان لابن ابی دنیا: حدیث نمبر ۳۷**)

سند کی تحقیق:

(۱)　عبد اللہ بن محمد بن عبید، ابوبکر ابن ابی الدنیاؒ (م ۲۸۱ھ) صدوق، حافظ الحدیث ہیں۔ (**تقریب: رقم ۳۵۹۱**)

(۲)　حسن بن علی بن محمد الہذلی الخلالؒ (م ۲۴۲ھ) صحیحین کے راوی اور ثقہ، حافظ الحدیث ہیں۔ (**تقریب: رقم ۱۲۶۲**)

(۳)　ہشام بن عمار، ابو الولید الدمشقیؒ (م ۲۴۵ھ) صحیح بخاری و سنن اربع کے راوی اور صدوق ہیں، مگر آخری عمر میں وہ تلقین قبول کرنے لگے تھے، لہٰذا قدیم شاگردوں کا سماع اصح ہے۔ (**تقریب: رقم ۷۳۰۳**)، اور حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) کہتے ہیں کہ ''**تغیر حفظه في الآخر**''۔ (**التلخیص الحبیر: ج ۴: ص ۳۰۱**)،

اور غالب گمان یہ ہے کہ ان کے شاگرد، امام، حافظ الحسن بن علی الخلالؒ (م ۲۴۲ھ) نے ان سے ان کے اختلاط سے پہلے سماع کیا ہے، کیوں کہ ہشام بن عمارؒ کے انتقال کے ''۳'' یا ''۴'' سال پہلے ہی امام حسن بن علی الخلالؒ کا انتقال ہو چکا تھا۔

لہذا ان کا، ہشام بن عمارؒ (م ۲۴۵ھ) سے قبل الاختلاط سماع ہوا ہے۔ واللہ اعلم

(۴) سلام بن سلیمان بن سوارؒ (م ۲۱۰ھ) سنن ابن ماجہ کے راوی اور ضعیف ہے، (تقریب: رقم ۲۷۰۴)، لیکن ان کے بارے میں ابن عدیؒ (م ۳۶۵ھ) کا قول فیصلہ کن ہے، وہ کہتے ہیں کہ: ''وهو عندی منکر الحدیث ۔۔۔ عامة مایرویه حسان إلا أنه لا یتابع علیه'' وہ میرے نزدیک منکر الحدیث ہیں، اور عام طور سے جو ان سے روایت کیا ہے، وہ حسن ہے، مگر اس میں اس کی متابعت نہیں کی گئی ہے۔ (تہذیب الکمال: ج ۱۲: ص ۲۸۷)،

یعنی جب متابعات مل جائے گی، تو ان کی روایت حسن ہوگی، یہاں ابن خزیمہ کی روایت سے ان کی تائید ہو رہی ہے۔

لہذا یہ راوی بھی شاہد کی وجہ سے مقبول ہے۔

(۵) مسلمۃ بن الصلتؒ کو حافظ ابن حبانؒ (م ۳۵۴ھ) نے ''الثقات'' میں ذکر کیا ہے، امام احمد بن حنبلؒ (م ۲۴۱ھ) نے ان سے روایت لی ہے، اور وہ اپنے نزدیک صرف ثقہ سے روایت لیتے تھے۔ (کتاب الثقات لابن حبان: ج ۹: ص ۱۸۰، اتحاف النبیل: ج ۲: ص ۸۸) نیز امام ابن خزیمہؒ (م ۳۱۱ھ) کے نزدیک بھی وہ عادل [یعنی ثقہ] ہیں۔ (صحیح ابن خزیمہ: حدیث نمبر ۲۱۵۵، نیز دیکھئے ج ۱: ص ۳)،

بعض ائمہ نے، ان پر جرح غیر مفسر کی ہے، اور اگر ان کی جرح مان بھی لیا جائے، تو وہ بھی کم از کم متابع میں مقبول ہونگے، واللہ اعلم

(۶) امام ابن شہاب الزہریؒ (م ۱۲۵ھ)، متفقہ طور پر ثقہ، حافظ، فقیہ ہیں۔ (تقریب)،

<u>نوٹ:</u>

امام ابن شہاب الزہریؒ (م ۱۲۵ھ) کا ''عنعنہ'' مقبول ہے۔ (دیکھئے جامع التحصیل: ص ۱۰۹)،

(۷) ابو سلمہ بن عبد الرحمٰن بن عوفؒ (م ۱۰۴ھ) بھی ثقہ، مکثر ہیں۔ (تقریب: رقم ۸۱۴۲)

(۸) حضرت ابو ہریرہؓ (م ۵۷ھ) مشہور صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ (تقریب)،

<u>حکم:</u>

اس روایت کے تمام روات ثقہ یا صدوق ہیں، سوائے سلام بن سلیمان بن سوارؒ (م ۲۱۰ھ) اور مسلمۃ بن الصلت کے اور وہ دونوں ضعیف ہیں، مگر متابع میں قابل ذکر ہیں، خلاصہ یہ کہ یہ حدیث حسن ہے اور اس شاہد کی وجہ سے، حضرات سلمانؓ کی روایت، مزید قوی ہوگئی ہے، الحمد للہ۔

اور اس کو ضعیف یا موضوع کہنا، مرجوح ہے۔

قوله: "بُرہان" میں لکھا ہے کہ: مسلمانوں میں سے رَوافِض کے سِوا کوئی شخص اِس کا مُنکِر نہیں۔ **(فضائل اعمال ج۱: ص۵۷۲،** طبع دینیات، ممبئی)،

أقول: مشہور فقیہ، احمد بن محمد بن اسماعیل الطحطاویؒ (م ۱۲۳۱ھ) نے کہا:

"قال في البرهان قد اجتمعت الأمة على مشروعية التراويح وجوازها ولم ينكرها أحد من أهل القبلة إلا الروافض ذكره العلامة نوح"۔ (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح: ص۴۱۲، ت الخالدي، طبع دار الكتب العلمية، بيروت)،

نیز مشہور فقیہ، حجت، امام شمس الائمۃ السرخسیؒ (م ۴۸۳ھ) نے بھی کہا:

"والأمة أجمعت على شرعيتها وجوازها ولم ينكرها أحد من أهل العلم إلا الروافض"۔ (المبسوط للسرخسي: ج۲: ص۱۴۳)،

قوله: حضرت مولانا شاہ عبدالحق صاحب محدث دہلوی نے "ماثبت بالسنة" میں بعض کتب فقہ سے نقل کیا ہے کہ کسی شہر کے لوگ، اگر تراویح چھوڑ دیں، تو اس کے چھوڑنے پر امام، ان سے مقابلہ کرے۔ **(فضائل اعمال: ج۱: ص۵۷۳، طبع دینیات، ممبئی)،**

أقول: مولانا شاہ عبدالحق صاحب محدث دہلوی (م ۱۰۵۶ھ)، اپنی کتاب "ماثبت من السنة فی ایام السنة" میں ارشاد فرماتے ہیں کہ: **"وذکر فی بعض کتب الفقه: لو ترک اهل البلدة التراویح قاتلهم الامام علی ذلک"۔ (ماثبت من السنة فی أيام السنة: ص۲۳۹، شہر رمضان، طبع دار الکتب العلمیۃ، بیروت)،**

قوله: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تو ایک جگہ ارشاد ہے کہ مسجد کے قریب رہنے والوں کی تو (گویا) نماز بغیر مسجد کے ہوتی ہی نہیں۔ **(فضائل اعمال: ج۱: ص۵۷۳، طبع دینیات، ممبئی)،**

أقول: ثقہ، حافظ، امام ابوعبداللہ الحاکمؒ (م ۴۰۵ھ) نے کہا:

ما أخبرناه أبو بكر إسماعيل بن محمد الفقيه، بالري، ثنا محمد بن الفرج الأزرق، ثنا يحيى بن إسحاق، ثنا سليمان بن داود اليمامي، عن يحيى بن أبي كثير، عن أبي سلمة، عن أبي هريرة، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم، قال: لا صلاة لجار المسجد إلا في المسجد۔ (المستدرک للحاکم: ج۱: ص۳۷۳، حدیث نمبر ۸۹۸)،

حکم:

اس سند میں سلیمان بن داود الیمامی پر کلام ہے، مگر وہ متہم نہیں ہے۔ **(تنزیہ الشریعۃ: ج۲: ص۱۰۰)،**

اسی طرح، امام ابوالحسن الدارقطنیؒ (م ۳۸۵ھ) نے کہا:

حدثنا أبو حامد محمد بن هارون الحضرمي ثنا أبو السكين الطائي زكريا بن يحيى ح

وحدثنا محمد بن مخلد, ثنا جنيد بن حكيم, ثنا أبو السكين الطائي, حدثنا محمد بن سكين الشقري المؤذن, نا عبد الله بن بكير الغنوي, عن محمد بن سوقة, عن محمد بن المنكدر, عن جابر بن عبد الله, قال: فقد النبي صلى الله عليه وسلم قوما في الصلاة, فقال: ما خلفكم عن الصلاة؟, قالوا: لحاء كان بيننا, فقال: لا صلاة لجار المسجد إلا في المسجد۔ (سنن الدارقطني: ج ۲: ص ۲۹۲، حدیث نمبر ۱۵۵۲)،

حکم:

اس کی سند بھی ضعیف ہے، جیسا کہ حافظ زین الدین العراقیؒ (م ۸۰۶ھ) نے کہا ہے۔ (المغني عن حمل الأسفار في الأسفار, في تخريج ما في الإحياء من الأخبار: ص ۱۷۹)،

ان شاء اللہ، یہ حدیث حسن لغیرہ کے درجہ کی ہوگی، نیز حضرت علیؓ سے موقوفاً، یہ روایت مروی ہے، چنانچہ ثقہ، حافظ، امام ابوبکر ابن ابی شیبہؒ (م ۲۳۵ھ) نے کہا:

حدثنا هشيم, قال: أخبرنا أبو حيان, عن أبيه, عن علي, قال: لا صلاة لجار المسجد إلا في المسجد, قال: قيل له: ومن جار المسجد؟ قال: من أسمعه المنادي۔ (مصنف ابن ابی شیبة: ج ۳: ص ۱۹۵، حدیث نمبر ۳۴۸۷، ت عوامة)،

حکم:

اس کے تمام روات ثقہ یا صدوق ہیں، لہذا اسند حسن ہے، یہ اثرِ علیؓ، اگرچہ موقوف ہے، لیکن اسکا شمار مرفوعِ حکمی میں ہوگا، کیونکہ اس حدیث میں ''جار''کیلئے مسجد کے علاوہ میں نماز پڑھنے کے سلسلہ میں کلی طور پر نماز کی نفی کی گئی ہے، اور یہ بات اجتہادی نہیں ہوسکتی، بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر ہی کہی گئی ہیں، اسلئے یہ حدیث، حکماً مرفوع ہوگی۔

<u>قوله:</u>　مظاہر حق میں لکھا ہے کہ جو شخص بغیر عذر کے بدون جماعت نماز پڑھتا ہے، اس کے ذمہ سے فرض تو ساقط ہوجاتا ہے، مگر اسکو نماز کا ثواب نہیں ملتا۔ (فضائل اعمال: ج ۱: ص ۵۷۳، طبع دینیات، ممبئی)،

<u>أقول:</u>　علامہ نواب محمد قطب الدین خان دہلویؒ (م ۱۲۸۹ھ) کا کلام، ان کی کتاب، مظاہر حق [جدید] شرح مشکاۃ المصابیح: ج ۱: ص ۶۸۹، طبع دارالاشاعت، کراچی، پر دیکھا جاسکتا ہے۔

قولہ: اسی وجہ سے عموماً، اللہ جل شانہ کی تمام کتابیں اسی ماہ میں نازل ہوئی ہیں، چنانچہ قرآن پاک لوح محفوظ سے آسمانِ دنیا پر تمام اسی ماہ میں نازل ہوا، اور وہاں سے حسب موقع تھوڑا تھوڑا، تیئیس ۲۳ سال کے عرصہ میں نازل ہوا، اسکے علاوہ، حضرت ابراہیم علی نبینا و علیہ الصلوۃ و السلام کے صحیفے، اسی ماہ کے یکم یا ۳/ تاریخ کو عطا ہوئے، اور حضرت داوود علیہ السلام کو زبور۔۔۔ ۔۔الخ۔ (**فضائل اعمال: ج۱: ص۵۷۵، طبع دینیات، ممبئی**)،

أقول: امام اہل السنۃ، امام احمد بن محمد بن حنبلؒ (م۲۴۱ھ) نے کہا:

حدثنا أبو سعيد، مولى بني هاشم، حدثنا عمران أبو العوام، عن قتادة، عن أبي المليح، عن واثلة بن الأسقع، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: أنزلت صحف إبراهيم عليه السلام في أول ليلة من رمضان، وأنزلت التوراة لست مضين من رمضان، والإنجيل لثلاث عشرة خلت من رمضان، وأنزل الفرقان لأربع وعشرين خلت من رمضان۔ (مسند احمد: ج۲۸: ص۱۹۱، حدیث نمبر ۱۶۹۸۴، ت الارنوؤط)،

سند کی تحقیق:

(۱) امام اہل السنۃ، امام ابوعبداللہ، احمد بن محمد بن حنبلؒ (م۲۴۱ھ) کتب ستہ کے راوی اور ثقہ، حافظ، فقیہ، حجت، امام ہیں۔ (**تقریب: رقم ۹۷**)،

(۲) عبدالرحمن بن عبداللہ بن عبید البصری، ابوسعید مولی بنی ھاشمؒ (م۱۹۷ھ) صدوق، حسن الحدیث ہیں۔ (**تحریر تقریب التہذیب: رقم ۳۹۱۸**)،

(۳) عمران بن داور العمی القطانؒ (م قبل ۱۷۰ھ) سنن اربع کے راوی اور حسن الحدیث ہیں، جب کہ وہ کسی کی مخالفت نہ کرے۔ (**تقریب تقریب التہذیب: رقم ۵۱۵۴**)،

(۴) قتادۃ بن دعامۃ البصریؒ (م۱۱۹ھ) کتب ستہ کے راوی اور ثقہ، ثبت ہیں۔ (**تقریب: رقم ۵۵۱۸**)،

(۵) ابوالملیح بن اسامۃ الہذلیؒ (م۹۸ھ) بھی کتب ستہ کے راوی اور ثقہ ہیں۔ (**تقریب: رقم ۸۳۹۰**)،

(۶) حضرت واثلۃ بن الاسقعؓ (م۸۵ھ) مشہور صحابی رسول ﷺ ہیں۔ (**تقریب: رقم ۷۳۷۹**)،

حکم:

اس کے تمام رواۃ ثقہ یا صدوق ہیں، اور لہذا سند حسن ہے، اور عمران بن داور کی روایت کی تائید میں ایک قوی شاہد موجود ہے، چنانچہ ثقہ، حافظ، امام ابوالقاسم، ابن عساکر الدمشقیؒ (م۵۷۱ھ) نے کہا:

أخبرنا أبو الحسن علي بن المسلم الفقيه نا عبد العزيز بن أحمد أنا تمام بن محمد أنا جمح بن القاسم نا أبو قصي إسماعيل بن محمد نا سليمان بن عبد الرحمن نا هاشم بن أبي هريرة نا أبي عن علي هو ابن أبي طلحة عن ابن

عباس قال قال رسول الله (صلى الله عليه وسلم) أنزلت الصحف على إبراهيم في ليلتين من رمضان وأنزل الزبور على داود في ست وأنزلت التوراة على موسى لثمان عشرة من رمضان وأنزل الفرقان على محمد (صلى الله عليه وسلم) لأربع وعشرين من رمضان۔

__سند کی تحقیق:__

(۱) ابوالقاسم، علی بن الحسن الدمشقیؒ (م ۵۷۱ھ) ثقہ، حافظ، امام ہیں۔ (تاریخ الاسلام: ج ۱۲: ص ۴۹۳، سیر: ج ۲۰: ص ۵۵۴)،

(۲) علی بن مسلم بن محمد، ابوالحسن الدمشقی الفقیہ الفرضیؒ (م ۵۳۳ھ) ثقہ، محدث ہیں۔ (تاریخ الاسلام: ج ۱۱: ص ۵۹۹)،

(۳) عبدالعزیز بن احمد، ابومحمد التمیمی الکتانیؒ (م ۴۶۶ھ) بھی ثقہ، امین ہیں۔ (تاریخ الاسلام: ج ۱۰: ص ۲۳۴)،

(۴) ابوالقاسم، تمام بن محمد الرازیؒ (م ۴۱۴ھ) بھی ثقہ، حافظ ہیں۔ (تاریخ الاسلام: ج ۹: ص ۲۳۲)،

(۵) جمح بن القاسم بن عبدالوہاب، ابوالعباس المجمیؒ (م ۳۶۳ھ) بھی ثقہ، محدث ہیں۔ (سیر: ج ۱۶: ص ۷۷)،

(۶) اسماعیل بن محمد بن اسحاق، ابوقصی العذری الدمشقیؒ (م ۳۰۲ھ) ثقہ ہیں۔ (ارشاد القاصی والدانی الی تراجم شیوخ الطبرانی: ۲۱۶، سیر: ج ۱۴: ص ۱۸۵)،

(۷) سلیمان بن عبدالرحمٰن، ابوایوب الدمشقیؒ (م ۲۳۳ھ) کتب خمسہ ماخلا مسلم کے راوی اور صدوق، حسن الحدیث ہیں۔ (تحریر تقریب التہذیب: رقم ۲۵۸۸)،

(۸) ہاشم بن ابی ہریرۃ الحمصیؒ سے ایک جماعت نے روایت لی ہے، اور ان کو حافظ ابن حبانؒ (م ۳۵۴ھ) نے ''الثقات'' میں شمار کیا ہے۔ (کتاب الثقات لابن حبان: ج ۷: ص ۵۸۵، ج ۹: ص ۲۴۲)

لہذا وہ صدوق، حسن الحدیث ہیں۔ (نیز دیکھئے الروضۃ الریا فی تخریج احادیث فضل الصلاۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم للشیخ زکریا: ص ۶۲۶)،

__نوٹ:__

ان پر، عقیلیؒ کی مجہول ہونے کی جرح، کمزور ہے۔

(۹) ان کے والدِ گرامی، عیسی بن بشر، ابو ہریرۃ الحمصیؒ، بھی صدوق ہیں۔ (کتاب الثقات للقاسم: ج ۷: ص ۴۴۴، التذییل علی کتب الجرح والتعدیل: ج ۱: ص ۲۲۸)،

(۱۰) علی بن ابی طلحۃ سالم بن المخارق القرشیؒ (م ۱۴۳ھ)، صحیح مسلم وسنن ثلاثہ ماخلا الترمذی کے راوی اور صدوق، حسن الحدیث ہیں۔ (تحریر تقریب التہذیب: رقم ۴۷۵۴)،

(۱۱) حضرت عبداللہ بن عباسؓ (م قبل ۷۹ھ) مشہور صحابی رسول ﷺ اور امام المفسرین ہیں۔(تقریب)،

حکم:

اس کے تمام رواۃ ثقہ یا صدوق ہیں، البتہ علی بن ابی طلحۃ کا سماع، حضرت ابن عباسؓ سے ثابت نہیں، لیکن ائمہ کے نزدیک،''علی بن أبی طلحة عن ابن عباس'' کی روایات مقبول ہیں، جس کی تفصیل''الروضة الریا فی تخریج أحادیث و آثار فضل الصلاة علی النبی ﷺ للشیخ زکریا:ص۶۲۶''، پر دیکھی جاسکتی ہے۔

لہذا یہ روایت بھی مقبول ہے، اور عمران بن داور القطان کی روایت کے لئے قوی شاہد ہے، کیونکہ راوی یہ بات اپنی رائے اور اجتہاد سے نہیں کہہ سکتا، لہذا یہ روایت حکماً، مرفوع ہے، واللہ اعلم۔

خلاصہ:

عمران بن داور القطانؒ کی روایت، مزید قوی اور مضبوط ہوگئی، والحمدللہ اور یہی وجہ ہے کہ شیخ ناصر الدین البانیؒ (م ۱۴۲۰ھ) نے کہا: کہ اس حدیث کی سند حسن ہے۔(الصحیحة: حدیث نمبر ۱۵۷۵)،

قولہ: حضرت جبرئیلؑ، ہر سال رمضان میں تمام، قرآن شریف نبی اکرم ﷺ کو سناتے تھے اور بعض روایات میں آیا ہے کہ نبی ﷺ سے سنتے تھے۔(فضائل اعمال: ج۱: ص۵۷۵، طبع دینیات، ممبئی)،

أقول: امیر المؤمنین فی الحدیث، امام ابوعبداللہ البخاریؒ (م ۲۵۶ھ) نے کہا:

''حدثنا موسى، عن أبي عوانة، حدثنا فراس، عن عامر، عن مسروق، حدثتني عائشة أم المؤمنين، قالت: إنا كنا أزواج النبي صلى الله عليه وسلم عنده جميعا، لم تغادر منا واحدة، فأقبلت فاطمة عليها السلام تمشي، لا والله ما تخفى مشيتها من مشية رسول الله صلى الله عليه وسلم، فلما رآها رحب قال: »مرحبا بابنتي« ثم أجلسها عن يمينه أو عن شماله، ثم سارها، فبكت بكاء شديدا، فلما رأى حزنها سارها الثانية، فإذا هي تضحك، فقلت لها أنا من بين نسائه: خصك رسول الله صلى الله عليه وسلم بالسر من بيننا، ثم أنت تبكين، فلما قام رسول الله صلى الله عليه وسلم سألتها: عما سارك؟ قالت: ما كنت لأفشي على رسول الله صلى الله عليه وسلم سره، فلما توفي، قلت لها: عزمت عليك بما لي عليك من الحق لما أخبرتني، قالت: أما الآن فنعم، فأخبرتني، قالت: أما حين سارني في الأمر الأول، فإنه أخبرني: أن جبريل كان يعارضه بالقرآن كل سنة مرة، وإنه قد عارضني به العام مرتين، ولا أرى الأجل إلا قد اقترب---''۔(صحیح بخاری: ج۸: ص۶۴، حدیث نمبر ۶۲۸۵، نیز دیکھئے صحیح مسلم: ج۴: ص۱۹۰۴، حدیث نمبر ۲۴۵۰)،

ایک اور روایت میں، الامام احمد بن حنبلؒ (م ۲۴۱ھ) نے کہا: کہ

حدثنا محمد بن سابق، حدثنا إسرائيل، عن إبراهيم بن مهاجر، عن مجاهد، عن ابن عباس، قال: قال: "أي القراءتين كانت أخيرا: قراءة عبد الله، أو قراءة زيد؟" قال: قلنا: قراءة زيد، قال: "لا إن رسول الله صلى الله عليه وسلم، كان يعرض القرآن على جبريل كل عام مرة، فلما كان في العام الذي قبض فيه عرضه عليه مرتين، وكانت آخر القراءة قراءة عبد الله۔ (**مسند الامام احمد: ج ۴: ص ۲۹۴، ت الارنؤوط**)،

اس روایت کو امام ابو عبداللہ الحاکمؒ (م ۴۰۵ھ)، حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) نے صحیح قرار دیا ہے۔ (**المستدرک للحاکم مع تلخیص الذہبی: ج ۲: ص ۲۵۰، حدیث نمبر ۲۹۰۳**)، اور حافظ نور الدین الہیثمیؒ (م ۸۰۷ھ) نے کہا: ''ورجال أحمد رجال الصحيح''۔ (**مجمع الزوائد: حدیث نمبر ۱۵۵۵۹**)،

نوٹ:

ابراہیم بن مہاجر بن جابر، ابو اسحاق البجلیؒ (م قبل ۱۳۰ھ) کے متابع میں، ثقہ، متقن، حافظ، امام ابن شہاب الزہریؒ (م ۱۲۵ھ)، ثقہ، ثبت، حافظ، سلیمان بن مہران الاعمشؒ (م ۱۴۸ھ) وغیرہ حضرات موجود ہیں۔ (**المنتخب من مسند عبد بن حمید: ص ۲۱۷، حدیث نمبر ۶۴۶**، ت السامرائی، **التفسیر من سنن سعید بن منصور: ج ۱: ص ۲۴۰، حدیث نمبر ۵۸**، ت سعد بن عبداللہ)، لہذا یہاں ابراہیم بن مہاجر بن جابر، ابو اسحاق البجلیؒ (م قبل ۱۳۰ھ)، پر کلام فضول ہے اور یہ روایت صحیح لغیرہ ہے، واللہ اعلم۔

قوله: علماء نے اِن دونوں حدیثوں کے مِلانے سے قرآنِ پاک کے دَور کرنے کا - جو عام طور سے رَائج ہے - اِستحباب نکالا ہے۔ (**فضائل اعمال: ج ۱: ص ۵۷۵-۵۷۶**، طبع دینیات، ممبئی)،

أقول:

* مشہور فقیہ، شمس الائمۃ، حجت، امام محمد بن احمد السرخسیؒ (م ۴۸۳ھ) نے کہا:
  ''فيحسن أن يختم في كل عشر''۔ (**المبسوط للسرخسی: ج ۲: ص ۱۴۶**)،
* حافظ محی الدین النوویؒ (م ۶۷۶ھ) نے کہا: ''ومنها استحباب إكثار الجود في رمضان ومنها زيادة الجود والخير عند ملاقاة الصالحين وعقب فراقهم للتأثر بلقائهم ومنها استحباب مدارسة القرآن''۔ (**شرح النووی علی مسلم: ج ۱۵: ص ۶۹**)،
* حافظ ابن الملقنؒ (م ۸۰۴ھ) نے کہا: ''استحباب إكثار قراءة القرآن في رمضان فإنه - صلى الله عليه وسلم -

فعل ذَلِكَ للتأسي ‘‘ ۔(التوضیح لابن الملقن: ج۲:ص۳۶۲)،

* حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) نے کہا: ’’واستحباب الإكثار من القراءة في رمضان وكونها أفضل من سائر الأذكار إذ لو كان الذكر أفضل أو مساويا لفعلاه فإن قيل المقصود تجويد الحفظ قلنا الحفظ كان حاصلا والزيادة فيه تحصل ببعض المجالس وأنه يجوز أن يقال رمضان من غير إضافة وغير ذلك مما يظهر بالتأمل قلت وفيه إشارة إلى أن ابتداء نزول القرآن كان في شهر رمضان لأن نزوله إلى السماء الدنيا جملة واحدة كان في رمضان كما ثبت من حديث بن عباس فكان جبريل يتعاهده في كل سنة فيعارضه بما نزل عليه من رمضان إلى رمضان فلما كان العام الذي توفي فيه عارضه به مرتين كما ثبت في الصحيح عن فاطمة رضي الله عنها وبهذا يجاب من سأل عن مناسبة إيراد هذا الحديث في هذا الباب والله أعلم بالصواب ‘‘ ۔(فتح الباری: ج۱:ص۳۱)،

* محدث، بدرالدین العینیؒ (م ۸۵۵ھ) نے کہا: ’’ومنها استحباب استكثار القراءة في رمضان ومنها استحباب مدارسة القرآن وغيره من العلوم الشرعية ومنها أنه لا بأس بأن يقال رمضان من غير ذكر شهر على الصحيح على ما يأتي الكلام فيه إن شاء الله تعالى. ومنها أن القراءة أفضل من التسبيح وسائر الأذكار ‘‘ ۔(عمدۃ القاری: ج۱:ص۷۷)،

* حافظ انور شاہ کشمیریؒ (م ۱۳۵۳ھ) نے کہا: ’’وأما ختم القرآن مرة في رمضان فلا يترك وإن كسل القوم‘‘ ۔ (فیض الباری: ج۱:ص۲۴۵)،

❁❁❁❁❁

الدرر المنيفة

في تحقيق أحاديث و آثار الإمام أبي حنيفة۔ [قسط۶]

[امام صاحبؒ (م ۱۵۰ھ) سے مروی مسانید وآثار کی تحقیق]

- محمد عاقل احمد خان

[متخصص فی الحدیث و علومه]

حدیث نمبر ''۷'': [حديث إعتاق نسمة من النار بشهادة كلمة التوحيد]

ثقہ، حافظ الحدیث، امام محمد بن الحسن الشیبانیؒ (م ۱۸۹ھ) نے کہا:

أخبرنا أبو حنيفة قال: حدثنا علقمة بن مرثد، عن ابن بريدة الأسلمي، عن أبيه رضي الله عنه قال: كنا جلوسا عند رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال: اذهبوا بنا نعود جارنا هذا اليهودي، قال: فأتيناه، فقال: كيف أنت؟ وكيف؟ فسأله، ثم قال: يا فلان، أشهد أن لا إله إلا الله، وأني رسول الله، فنظر الرجل إلى أبيه وكان عند رأسه فلم يرد عليه شيئا، فسكت فقال: يا فلان، اشهد أن لا إله إلا الله، وأني رسول الله، فنظر الرجل إلى أبيه فلم يكلمه، فسكت ثم قال: يا فلان، اشهد أن لا إله إلا الله، وأني رسول الله، فقال له أبوه: اشهد له، فقال: أشهد أن لا إله إلا الله، وأنك رسول الله. فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: الحمد لله الذي أعتق بي نسمة من النار۔

قال محمد: وبه نأخذ لا نرى بعيادة اليهودي والنصراني والمجوسي بأسا۔

بریدۃ بن الحصیب الاسلمی رضی اللہ عنہ (م ۶۳ھ) نے فرمایا:

ہم [صحابہ کرامؓ]، ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر بیٹھے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: آؤ، ہم اپنے اس یہودی پڑوسی کی عیادت کے لیے چلیں، چنانچہ ہم اس کے پاس پہنچے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے دریافت فرمایا: ''تمہارا کیا حال ہے؟ طبیعت کیسی ہے؟''

پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے فرمایا: اے فلاں! گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، اور میں اللہ کا رسول

ہوں،اس شخص نے اپنے والد کی طرف دیکھا، جو اس کے سرہانے بیٹھے ہوئے تھے،مگر انہوں نے کوئی جواب نہ دیا، چنانچہ آپ ﷺ خاموش رہے، پھر دوبارہ فرمایا: ''اے فلاں! گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، اور میں اللہ کا رسول ہوں، اس نے پھر اپنے والد کی طرف دیکھا، لیکن انہوں نے اس سے کچھ نہ کہا، آپ ﷺ پھر خاموش ہو گئے۔

اس کے بعد آپ ﷺ نے تیسری مرتبہ فرمایا: ''اے فلاں! گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، اور میں اللہ کا رسول ہوں، اس پر اس کے والد نے کہا: ان کی بات مان لو اور گواہی دے دو، چنانچہ اس نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، اور بے شک آپ اللہ کے رسول ہیں۔

اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں، جس نے میرے ذریعہ ایک جان کو آگ (جہنم) سے نجات عطا فرمائی۔

پھر امام محمد رحمہ اللہ (م ۱۸۹ھ) فرماتے ہیں: اور ہم بھی اسی پر عمل کرتے ہیں، ہمارے نزدیک یہودی، نصرانی اور مجوسی کی عیادت کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (**کتاب الآثار بروایت محمد بن الحسن الشیبانی: ج۱: ص ۳۶۴، حدیث نمبر ۳۷۲**)،

__سند کی تحقیق:__

(۱) امام محمد بن الحسن الشیبانیؒ (م ۱۸۹ھ) مشہور ثقہ، حافظ، امام ہیں۔ (**روائع القلم: ش ۳: ص ۵۴**)،

(۲) امام ابوحنیفہ، نعمان بن ثابت الکوفیؒ (م ۱۵۰ھ) بھی ثقہ، حافظ، حجت، امام ہیں۔ (**تقریب تقریب التہذیب: رقم ۷۱۵۳، قربہ الشیخ عبدالحکیم صالح الیافعی، طبع دار اللؤلؤۃ، مصر، کشف الأستار عن رجال معانی الآثار للراشدی: ص ۱۰۸، تذکرۃ الحفاظ للذہبی: ج۱: ص ۱۲۶**)،

(۳) علقمۃ بن مرثد الحضرمیؒ (م ۱۲۰ھ) کتب ستہ کے راوی اور ثقہ ہیں۔ (**تقریب: رقم ۴۶۸۲**)،

(۴) سلیمان بن بریدۃ الاسلمیؒ (م ۱۰۵ھ) صحیح مسلم و سنن اربع کے راوی اور ثقہ ہیں۔ (**تقریب: رقم ۲۵۳۸**)،

(۵) بریدۃ بن الحصیب الاسلمیؓ (م ۶۳ھ) صحابی رسول ﷺ ہیں۔ (**تقریب: رقم ۶۶۰**)،

__حکم:__

اس سند کے تمام روات ثقہ اور سند صحیح ہے۔

نوٹ نمبر ''۱'':

یہی روایت، تقریباً، اسی متن کے ساتھ، حضرت انس ؓ کے طریق سے، امام ابوحاتم، ابن حبانؒ (م ۳۵۶ھ) نے اپنی ''صحیح'' میں یوں ذکر کی ہے:

أخبرنا الحسن بن سفيان قال: حدثنا الصلت بن مسعود الجحدري قال: حدثنا حماد بن زيد عن ثابت عن أنس أن غلاما يهوديا كان يخدم النبي صلى الله عليه وسلم فمرض فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم لأصحابه:

"اذهبوا بنا إليه نعوده" فأتوه وأبوه قاعد على رأسه فقال له رسول الله صلى الله عليه وسلم: "قل لا إله إلا الله أشفع لك بها يوم القيامة" فجعل الغلام ينظر إلى أبيه فقال له أبوه: انظر ما يقول لك أبو القاسم، فقال: أشهد أن لا إله إلا الله وأشهد أن محمد رسول الله، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: الحمد لله الذي أنقذه من نار جهنم۔ (صحیح ابن حبان: ج ۷: ص ۲۲۷، حدیث نمبر ۲۹۶۰، ت الارنؤوط، نیز دیکھئے صحیح بخاری: ج ۲: ص ۹۴، حدیث نمبر ۱۳۵۶)،

وفی روایة مسند الإمام أحمد:

''حدثنا مؤمل، حدثنا حماد، حدثنا ثابت، عن أنس، أن غلاما يهوديا كان يضع للنبي صلى الله عليه وسلم وضوءه ويناوله نعليه، فمرض، فأتاه النبي صلى الله عليه وسلم فدخل عليه، وأبوه قاعد عند رأسه، فقال له النبي صلى الله عليه وسلم: يا فلان، قل لا إله إلا الله، فنظر إلى أبيه فسكت أبوه۔

فأعاد عليه النبي صلى الله عليه وسلم، فنظر إلى أبيه، فقال أبوه: أطع أبا القاسم، فقال الغلام: أشهد أن لا إله إلا الله، وأنك رسول الله. فخرج النبي صلى الله عليه وسلم وهو يقول: الحمد لله الذي أخرجه بي من النار ''۔ (مسند الامام احمد: ج ۲۰: ص ۱۸۶، حدیث نمبر ۱۲۷۹۲)،

نوٹ نمبر ''۲'':

امام ابوحنیفہؒ (م ۱۵۰ھ)، ثقہ، حافظ ہیں، جس کی تفصیل گزر چکی، اور ثقہ، حافظ کی زیادتی مقبول ہوتی ہے۔ (العلل لابن ابی حاتم الرازی: ج ۲: ص ۳۰۲، الاوسط لابن المنذر: ج ۲: ص ۲۷۰)، لہذا کسی اور کا، حضرت بریدة ؓ (م ۶۳ھ) کے طریق سے، یہ روایت نقل نہ کرنا، مضر نہیں، خاص طور سے، جب کہ متن، رسول ﷺ سے ثابت ہے، واللہ اعلم۔

حدیث نمبر ''۸'':　　[حدیث الإیمان بالقدر]

- ثبت، ثقہ، حافظ، فقیہ، امام ابو یوسف، یعقوب بن ابراہیم الانصاریؒ (م ۱۸۲ھ) نے کہا:

عن أبي حنيفة، عن أبي الزبير، عن جابر رضي الله عنه: أن سراقة بن مالك رضي الله عنه قال: فحدثنا عن ديننا هذا كأنا خلقنا له الساعة نعمل لشيء قد جرت به المقادير وجفت به الأقلام أم لشيء يستقبل؟ قال: بل لشيء قد جرت به المقادير، وجفت به الأقلام، قال: ففيم العمل يا رسول الله؟ قال: اعملوا فكل ميسر لما خلق، قال: ثم قرأ الآية {فأما من أعطى واتقى وصدق بالحسنى} إلى آخر الآية۔ (**کتاب الآثار بروایت ابی یوسف: ص ۱۲۶، حدیث نمبر ۵۸۱**)۔

- اور ثقہ، حافظ، الامام الربانی، امام محمد بن الحسن الشیبانیؒ (م ۱۸۹ھ) نے بھی کہا:

أخبرنا أبو حنيفة قال: حدثنا أبو الزبير، عن جابر بن عبد الله الأنصاري رضي الله عنه، عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: سأله سراقة بن مالك بن جعشم المدلجي رضي الله عنه فقال: يا رسول الله، أخبرنا عن عمرتنا هذه ألعامنا هذا أم للأبد؟ فقال: للأبد، قال: أخبرنا عن ديننا هذا كأنما خلقنا له، في أي شيء العمل؟ في شيء قد جرت به الأقلام، وثبتت به المقادير أم في شيء نستأنف فيه العمل؟ قال: في شيء قد جرت به الأقلام وثبتت به المقادير، قال: ففيم العمل يا رسول الله؟ فقال: اعملوا فكل عامل ميسر، من كان من أهل الجنة يسر لعمل أهل الجنة، ومن كان من أهل النار يسر لعمل أهل النار، ثم تلا هذه الآية: {فأما من أعطى واتقى. وصدق بالحسنى. فسنيسره لليسرى. وأما من بخل واستغنى. وكذب بالحسنى. فسنيسره للعسرى}۔

حضرت جابر بن عبد اللہ الانصاریؓ (م بعد ۷۰ھ) سے روایت ہے کہ سراقہ بن مالک بن جعشم المدلجی رضی اللہ عنہ (م ۲۴ھ) نے عرض کیا:

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہمیں بتائیے کہ ہمارا یہ عمرہ صرف اسی سال کے لیے ہے یا ہمیشہ کے لیے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بلکہ ہمیشہ کے لیے ہے، پھر انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہمیں ہمارے، اس دین کے بارے میں بتائیے، گویا ہم اسی کے لیے پیدا کیے گئے ہیں، ہمیں جن اعمال کا حکم دیا گیا ہے، کیا وہ اس فیصلے کے مطابق ہیں جو پہلے ہی قلموں سے لکھا جا چکا ہے اور جن کی تقدیریں مقرر ہو چکی ہیں، یا ہم اب نئے سرے سے عمل کر رہے ہیں؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بلکہ وہ اسی فیصلے کے مطابق ہیں جو قلموں سے لکھا جا چکا ہے اور جس کے مطابق تقدیریں

مقرر ہو چکی ہیں، انہوں نے عرض کیا: پھر یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم !عمل کرنے کی کیا ضرورت ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عمل کرتے رہو، کیونکہ ہر شخص کو اسی راستے کی توفیق دی جاتی ہے جس کے لیے وہ پیدا کیا گیا ہے، جو اہلِ جنت میں سے ہوتا ہے، اسے اہلِ جنت کے اعمال کی توفیق دی جاتی ہے، اور جو اہلِ جہنم میں سے ہوتا ہے، تو اس کے لئے، اہلِ جہنم کے اعمال، آسان کر دیے جاتے ہے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیات تلاوت فرمائیں:

{فأما من أعطى و اتقى. و صدق بالحسنى. فسنيسره لليسرى. و أما من بخل و استغنى. و كذب بالحسنى. فسنيسره للعسرى}۔

جس نے (اللہ کی راہ میں) دیا، تقویٰ اختیار کیا، اور بھلائی (یا بہترین بات) کی تصدیق کی، تو ہم اس کے لیے آسانی کے راستے کو آسان کر دیں گے۔ اور جس نے بخل کیا، بے پرواہی اختیار کی، اور بھلائی کو جھٹلایا، تو ہم اس کے لیے دشواری کے راستے، کو آسان کر دیں گے۔ (**کتاب الآثار** بروایت محمد بن الحسن الشیبانی: **ج۱: ص۱۷۳، حدیث نمبر ۳۸۲**)،

سند کی تحقیق:

(۱) امام محمد بن الحسن الشیبانیؒ (**م ۱۸۹ھ**) مشہور ثقہ، حافظ، امام ہیں اور

(۲) امام ابو حنیفۃ، نعمان بن ثابت الکوفیؒ (**م ۱۵۰ھ**) بھی ثقہ، حافظ، حجت، امام ہیں، جن کی تفصیل گزر چکی۔ **(ص ۲۸)**

(۳) محمد بن مسلم بن تدرس، ابو الزبیر المکیؒ (**م ۱۲۶ھ**) کتب ستہ کے راوی اور ثقہ، حافظ اور حضرت جابرؓ کی روایات میں مکثر ہیں۔ (**الکاشف: رقم ۵۱۴۹، مجلہ الاجماع: ش ۱۸: ص ۲۴**)،

(۴) حضرت جابر بن عبد اللہؓ (**م بعد ۷۰ھ**) مشہور صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ (**تقریب**)

حکم:

اس کے تمام روات ثقہ ہیں اور سند صحیح ہے۔

نوٹ:

یہی روایت، اسی سند کے ساتھ، امام ابو القاسم الطبرانیؒ (**م ۳۶۰ھ**) نے، یوں ذکر کی ہے:

حدثنا الحسين بن إسحاق التستري، حدثنا أبو المعافى الحراني، حدثنا محمد بن سلمة، عن أبي

عبدالرحيم، عن زيد بن أنيسة، عن أبي الزبير، عن جابر، قال:

خرجنا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم مهلين بالحج، فقدمنا مكة فطفنا بالبيت وبين الصفا والمروة، ثم قام فينا رسول الله صلى الله عليه وسلم، فقال: من لم يكن منكم ساق هديا فليحل, وليجعلها عمرة، قلنا: حل ماذا يا رسول الله؟ قال: الحل كله، فواقعنا النساء، ولبسنا الثياب، وتطيبنا الطيب، فقال ناس: يحل بيننا وبين عرفة أربعة أيام، فبلغ ذلك رسول الله صلى الله عليه وسلم، فقام فينا كالمغضب، فقال: والله لقد علمتم أني أتقاكم لله، ولو علمت أن تقولوا ذلك ما سقت الهدي، فاستجيبوا الماتؤمرون به۔

فقام سراقة بن مالك، فقال: يا رسول الله ﷺ عمرتنا هذه التي أمرتنا بها, لعامها هذا أم للأبد؟ فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: بل للأبد فقال سراقة: حدثنا يا رسول الله عن ديننا كأننا خلقنا الآن، أفي شيء جفت به الأقلام, وجرت به المقادير، أو فيما يستأنف؟ قال: بل فيما جفت به الأقلام، وجرت به المقادير، فقال سراقة: ففيم العمل يا رسول الله؟ قال: اعملوا, فكل عامل ميسر ثم قرأ: {فأما من أعطى واتقى، وصدق بالحسنى فسنيسره لليسرى وأما من بخل واستغنى وكذب بالحسنى فسنيسره للعسرى} ۔(المعجم الكبير للطبرانی: ج۷: ص۱۴۲، حدیث نمبر ۶۵۶۷، ت حمدی)،

اس کے بھی تمام روات ثقہ یا صدوق ہیں اور ابوعبدالرحیم سے مراد، زید بن ابی أنیسۃ (م ۱۱۹ھ) کے ثقہ، شاگرد، ابوعبدالرحیم، خالد بن ابی یزید الحرانیؒ (م ۱۴۴ھ) ہیں۔ (تقریب: رقم ۱۶۹۷، تہذیب الکمال: ج۸: ص۲۱۷، : ج۳۴: ص۴۴)،

❁❁❁❁❁

الإنصاف الحثيث

فی الرد

نقض القواعد فی علوم الحدیث-

امام،محدث،فقیہ،ظفر احمد بن لطیف احمد العثمانی التھانویؒ (م ۱۳۹۴ھ) کی مشہور ومقبول کتاب ''قواعد فی علوم الحدیث''، پر بدیع الدین شاہ راشدی (م ۱۴۱۶ھ) کی ''نقض القواعد'' کا منصفانہ جائزہ۔[قسط۳]

- محمد عاقل احمد خان

[متخصص فی الحدیث وعلومه]

<u>قوله [أی التهانوی]:</u>　　فإن لكل وجهه هو موليها في باب التصحيح والتضعيف والتحسين۔

<u>قول صاحب النقض:</u>　　لكن الإصطلاح إصطلاح أهل الحديث فإن لكل فن رجالا ۔(نقض قواعد فی علوم الحدیث :ص ٦٧)،

<u>نقول بالله تعالى وبالتوفيق:</u>

ہاں، ہرفن کا ایک ماہر ہوتا ہے،اور امام ابوحنیفہؒ(م ۱۵۰ھ)،خود، حدیث کے ماہر اور اہل حدیث یعنی محدثین وحفاظ الحدیث میں سے ہیں، چنانچہ امام صاحبؒ(م ۱۵۰ھ)،خود کہتے ہیں کہ:

''ان تعمل بخمسة احاديث انتخبتها من خمس مائة ألف حديث ،

الاول:إنما الاعمال بالنيات۔۔۔''۔

اے میرے بیٹے! میں تم کو پانچ حدیثوں پر عمل کرنے کی نصیحت کرتا ہوں،جن کا میں نے پانچ لاکھ حدیثوں سے انتخاب کیا ہے۔

پہلی حدیث:انما الاعمال بالنيات۔۔۔(وصية الامام ابي حنيفة لابنه حماد: ص ٦٠٥،طبع مكتبة

الغانم، باسم مجموع کتب و رسائل و وصایا الامام الاعظم، ت اکرم محمد اسماعیل)،

اس سے معلوم ہوا کہ امام صاحبؒ (م ۱۵۰ھ)، ''۵۰۰۰۰۰''، پانچ لاکھ حدیثوں کے حافظ تھے۔

(۱) حافظ ابو عبد اللہ، احمد بن محمد بن عبد الہادی الصالحیؒ (م ۷۴۴ھ) نے امام صاحبؒ (م ۱۵۰ھ) کو ''طبقات علماء الحدیث'' میں شمار کیا ہے۔ (ج ۱: ص ۷۷)

اور اس کتاب کے شروع میں وہ کہتے ہیں کہ

''فهذا كتاب مختصر يشتمل على جملة من الحفاظ من أصحاب النبي صلّى الله عليه وسلّم والتابعين ومن بعدهم، لا يسع من يشتغل بعلم الحديث الجهل بهم، والله المسؤول التوفيقَ لما يحبُّه ويرضاه وأن يجعلهُ خالصًا لوجهه، إنه على كل شيء قدير''

یہ ایک مختصر کتاب ہے، جو مشتمل ہے صحابہ کرام، تابعین اور تبع تابعین کے جملہ حفاظ پر، علم حدیث میں مشغول شخص کیلئے ان سے ناواقفیت کی بالکل گنجائش نہیں۔ (طبقات علماء الحدیث: ج ۱: ص ۷۷)،

معلوم ہوا کہ حافظ ابن عبد الہادیؒ (م ۷۴۴ھ) کے نزدیک، امام صاحبؒ (م ۱۵۰ھ) حافظِ حدیث ہیں۔

(۲) حافظ شمس الدین الذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) نے آپؒ کو ''المعين في طبقات المحدثين'' میں شمار کیا ہے۔ (ص ۵۷)

اور اس کتاب کے شروع میں حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) فرماتے ہیں کہ

''فَهَذِهِ مُقَدّمَة فِي ذكر أَسمَاء أَعْلَام حَملَة الْآثَار النَّبَوِيَّة۔۔۔۔ وَلَيسَ هَذَا كتاب بالمستوعب للكبار بل لمن سَار ذكره فِي الأقطار والأعصار وَبِاللهِ أَعْتَصِم وَإِلَيهِ أنيب''،

اور یہ مقدمہ ہے، جس میں آثار نبویہ کے بڑے بڑے حاملین کے اسماء مذکور ہیں۔۔۔۔۔ اور یہ کتاب میں تمام بڑوں کو حاوی نہیں ہے بلکہ جن کا ذکر علاقوں اور زمانوں میں چل پڑا ہے۔ (المعين في طبقات المحدثين: ص ۱۷)

اور اسی کتاب کے اختتام پر فرماتے ہیں کہ

''وَإِلَى هُنَا انْتهى التَّعْرِيف بأسماء كبار الْمُحدثين والمسندين وبحمد الله فِي وقتنا طَائِفَة كَبِيرَة مِنْهُم بِدِمَشْق ومصر وَالْمغْرب والأندلس وَعدم ذَلِك جملَة من الْعرَاق وَمَا والاها من الْمشرق وَمن الجزيرة وبلاد الْعَجم وأذربيجان واليمن والنواحي فَللّه الْأَمر''۔

بڑے بڑے محدثین اور مسندین کے ناموں کا تعارف یہاں مکمل ہوا، اور الحمدللہ ان میں سے بہت سے بلاد اسلامیہ کے مختلف علاقوں میں اب بھی موجود ہیں۔(**المعین في طبقات المحدثین: ص۲۳۸**)

- اسی حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) نے امام صاحبؒ (م ۱۵۰ھ)، کو ''**تذکرة الحفاظ**'' میں بھی شمار کیا ہے۔ (**ج ۱: ص ۱۲۶**)

(۳) حافظ ابن ناصر الدین الدمشقیؒ (م ۸۴۲ھ)، اپنے ایک منظومہ - جو کہ تذکرة الحفاظ پر مشتمل ہیں، اس - میں فرماتے ہیں کہ

''**بعدهما فتی جریج الدانی		مثل ابی حنیفة النعمان**''

(**بدیعة البیان عن موت الاعیان لابن ناصر الدین: ص ۳۶، ۵، ت اکرم البوشی**)

(۴) امام جمال الدین یوسف بن شاہین المعروف بسبط ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۹۹ھ) نے اپنی کتاب ''**رونق الالفاظ بمعجم الحفاظ**'' میں امام ابوحنیفہؒ (م ۱۵۰ھ) کو ذکر کیا ہے۔(**مخطوطة رونق الالفاظ بمعجم الحفاظ: ج ۲: فولیو نمبر ۱۷۳، المکتبة الخالدیة بالقدس بخطّ المؤلف**)،

(۵) حافظ یوسف بن حسن ابن مبرد الصالحیؒ (م ۹۰۹ھ)، اپنی کتاب ''**تذکرة الحفاظ وتبصرة الأیقاظ**'' میں امام صاحبؒ (م ۱۵۰ھ) کا ذکر کیا ہے۔(**کتاب تذکرة الحفاظ وتبصرة الأیقاظ** بحوالہ **مکانة الإمام أبي حنیفة في الحدیث: ص ۶۱**)،[۱]

(۶) حافظ ابوبکر السیوطیؒ (م ۹۱۱ھ)، اپنے کتاب ''**طَبَقَات الْحفاظ**'' کے شروع میں فرماتے ہیں کہ

''**فَهَذَا كتاب "طَبَقَات الْحفاظ" ومعدلي حَملَة الْعلم النَّبَوِيّ وَمن یرجع إِلَی اجتهادهم فِي التوثيق وَالتَّجْرِیح، والتضعیف والتصحیح**''، یہ حفاظ اور علم نبوی کے حاملین کی جرح وتعدیل کرنے والوں اور توثیق وتجریح اور تضعیف وتصحیح میں جن کے اجتہاد کی طرف رجوع کیا جاتا ہے ان کے طبقات کی کتاب ہے۔(**طَبَقَات الْحفاظ للسیوطی: ص ۱**)

اور اس کتاب میں انہوں نے امام ابوحنیفہؒ (م ۱۵۰ھ) کو بھی شمار کیا ہے۔(**طَبَقَات الْحفاظ للسیوطی: ص ۸۰**)،

---

(۱) ''**تذکرة الحفاظ وتبصرة الأیقاظ**'' کے موجودہ مطبوعہ نسخہ میں امام صاحبؒ کا ذکر نہیں ملا۔

(۷)　حافظ محمد بن یوسف الصالحیؒ (م۹۴۲ھ) فرماتے ہیں کہ

''اعلم رحمك الله تعالى أن الإمام أبا حنيفة - رحمه الله تعالى - ، من كبار حفاظ الحديث''۔

جان لو- اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے - کہ بے شک امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ بڑے درجے کے حفاظ حدیث میں سے ہیں ۔(عقود الجمان: ص۳۱۹)

(۸)　مشہور ثبت، محدث وفقیہ ابن حجر الہیتمیؒ (م۹۷۳ھ) فرماتے ہیں کہ

''مر انه اخذ عن اربعة آلاف شيخ من ائمة التابعين وغيرهم ومن ثمة ذكره الذهبي وغيره في الطبقات الحفاظ المحدثين ومن زعم قلة اعتنائه بالحديث فهو اما لتساهله او حسده''۔

یہ پہلے گذر چکا ہے کہ آپ نے تابعین وتبع تابعین کے ائمہ میں چار ہزار شیوخ سے علم حاصل کیا تھا، اسی وجہ سے امام ذہبیؒ وغیرہ نے آپ کو حفاظ محدثین کے طبقہ میں شمار کیا ہے، اور جو یہ کہتا ہے کہ حدیث کی طرف آپ کی توجہ کم تھی تو وہ شخص یا تو متساہل ہے یا اسے حسد ہے۔(الخیرات الحسان: ص۱۴۱)،

(۹)　محدث محمد بن رستم البدخشي الحارثيؒ (م۱۱۶۱ھ) نے بھی اپنی کتاب ''تراجم حفاظ الحديث و نقاد الاثر''، میں امام صاحبؒ (م۱۵۰ھ) کا ذکر کیا ہے۔(بحوالہ مكانة الإمام أبي حنيفة في الحديث: ص ۶۲)،

(۱۰)　محدث اسماعیل بن محمد العجلونیؒ (م۱۱۶۲ھ) فرماتے ہیں کہ

''فهو - رضي الله عنه - ، حافظ، حجة، فقيه''۔(عقد الجواہر الثمین: ص۲۰)

تلک عشرۃ کاملۃ۔

اور یہی نہیں، بلکہ کئی ائمہ حدیث نے امام صاحبؒ (م۱۵۰ھ) کو ائمہ جرح وتعدیل میں بھی شمار کیا ہے، چنانچہ

(۱۱)　امام ذہبیؒ (م۷۴۸ھ) نے، اپنے رسالے ''ذكر من يعتمد قوله في الجرح والتعديل'' میں لکھتے ہیں:

فأول من زكى وجرح عند انقراض عصر الصحابة۔

۱ -　الشعبي۔

۲ -　وابن سيرين ونحوهما حفظ عنهم توثيق أناس وتضعيف آخرين، وسبب قلة الضعفاء في ذلك الزمان قلة متبعيهم من الضعفاء اذا اكثر المتبوعين صحابة عدول واكثرهم من غير الصحابة بل عامتهم ثقات

صادقون یعون مایروون وهم کبار التابعین۔۔۔۔

ثم کان في المائة الثانية في اوائلها جماعة من الضعفاء من اوساط التابعين وصغارهم۔۔۔۔

فلما کان عند انقراض عامة التابعين في حدود الخمسين تكلم طائفة من الجهابذة في التوثيق والتضعيف،

۳- فقال ابو حنيفة: ما رايت اكذب من جابر الجعفي۔

عہد صحابہ رضی اللہ عنہم کے خاتمے کے بعد، اولین جرح وتعدیل کرنے والوں میں امام شعبیؒ اور امام ابن سیرینؒ ہے، ان دونوں بزرگوں سے کچھ لوگوں کی توثیق اور کچھ دوسرے لوگوں پر جرح محفوظ ہے۔

اس عہد میں ضعفاء کی کمی کا سبب یہ ہے کہ اس زمانے کے ابتداء میں حضرات صحابہ ہیں، جو سب کے سب عادل ہی ہیں غیر صحابہ میں کبار تابعین ہیں جو عام طور پر ثقہ، صادق اور اپنی مرویات کو محفوظ رکھنے والے تھے۔

پھر دوسری صدی ہجری کے اوائل میں اوساط وصغار تابعین میں ضعفاء کی ایک جماعت ہے، پھر جب ۱۵۰ھ کے حدود میں اکثر اور عام تابعین ختم ہو گئے، تو ناقدین رجال کی ایک جماعت نے توثیق وتضعیف کے باب میں کلام کیا، چنانچہ امام ابوحنیفہؒ نے جابر جعفی پر جرح کرتے ہوئے فرمایا:

''ما رایت اكذب من جابر الجعفي''۔

جابر سے، بڑا جھوٹا میں نے نہیں دیکھا۔(ص ۱۷۲-۱۷۵، طبع مع اربع رسائل فی علوم الحدیث، دار البشائر الاسلامیہ، ۱۴۱۶ھ، بتحقیق عبد الفتاح ابوغدہ)،

(۱۲) امام ابوعیسی الترمذیؒ (م ۲۷۹ھ) نے کہا:

وقد عاب بعض من لا يفهم على أهل الحديث الكلام في الرجال وقد وجدنا غير واحد من الأئمة من التابعين قد تكلموا في الرجال منهم۔۔۔۔ حدثنا محمود بن غيلان حدثنا أبو يحيى الحماني قال سمعت أبا حنيفة يقول ما رأيت أحدا أكذب من جابر الجعفي ولا أفضل من عطاء بن أبي رباح۔

بعض ناسمجھ لوگ، راویوں پر کلام کرنے کی وجہ محدثین پر عیب لگاتے ہیں، حالانکہ ہم نے بہت سے ائمہ تابعین کو پایا ہے کہ انہوں نے (بعض) راویوں پر کلام کیا ہے، ۔۔۔۔ ابویحییٰ الحمانیؒ کہتے ہیں کہ میں نے امام ابوحنیفہؒ کو کہتے ہوئے سنا کہ میں نے جابر جعفی سے زیادہ جھوٹا اور عطاء بن ابی رباحؒ سے زیادہ افضل کسی کو نہیں دیکھا۔(**العلل الصغیر للترمذی: ص**

۷۳۸-۷۳۹)۔

معلوم ہوا کہ امام ترمذیؒ (م ۲۷۹ھ) کے نزدیک بھی، امام صاحبؒ (م ۱۵۰ھ) کا قول، جرح وتعدیل میں مقبول ہے۔

(۱۳) حافظ ابوعبداللہ الزرکشیؒ (م ۷۹۴ھ) نے کہا:

''فلما كان عند آخر عصر التابعين وهو حدود الخمسين ومائة تكلم في التوثيق والتضعيف طائفة من الأئمة فقال أبو حنيفة ما رأيت أكذب من جابر الجعفي وضعف الأعمش جماعة ووثق آخرين''، اور جب تابعین کے زمانے کے آخر میں، جو تقریباً ایک سو پچاس (ہجری) کے قریب کا زمانہ تھا، محدثین کے ایک گروہ نے جرح و تعدیل یعنی توثیق وتضعیف میں کلام کیا، چنانچہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا: میں نے جابر جعفی سے زیادہ جھوٹا کسی کو نہیں دیکھا، اور اَعْمَش نے رواۃ کی ایک جماعت کو ضعیف اور بعض کو ثقہ قرار دیا۔ (**النکت للزرکشی: ج ۳: ص ۴۳۹**)۔

(۱۴) حافظ شمس الدین سخاویؒ (م ۹۰۲ھ) نے بھی امام ابوحنیفہؒ (م ۱۵۰ھ) کو ائمہ جرح وتعدیل میں شمار کیا ہے۔ (**المتکلمین فی الرجال: ص ۹۷، نیز دیکھئے اعلان بالتوبیخ لمن ذم التاریخ للسخاوی: ص ۱۶۳**)۔

(۱۵) ثقہ، ثبت، حافظ عبدالقادر القرشیؒ (م ۷۷۵ھ) نے کہا:

''أعلم أن الإمام أبا حنيفة قد قبل قوله في الجرح والتعديل وتلقوه عنه علماء هذا الفن وعملوا به كتلقيهم عن الإمام أحمد والبخاري وابن معين وابن المديني وغيرهم من شيوخ الصنعة وهذا يدلك على عظمته وشأنه وسعة علمه وسيادته''۔

جان لو کہ امام ابوحنیفہؒ (م ۱۵۰ھ) کے قول کو جرح وتعدیل میں قبول کیا گیا ہے اور اس فن کے علماء نے اس کو اپنایا ہے، اس کے مطابق عمل کیا ہے، جیسا کہ احمد بن حنبلؒ، امام بخاریؒ، ابن معینؒ، ابن المدینیؒ، وغیرہ دیگر ائمہ فن وشیوخ کے اقوال کو اپناتے ہیں، اس سے آپ کو (اس فن میں) امام صاحبؒ کی عظمت شان، وسعت علمی اور بزرگی کا پتہ چلے گا۔ (**الجواہر المضیۃ: ج ۱: ص ۳۰**)۔

(۱۶) حافظ محمد بن یوسف الصالحی الدمشقیؒ (م ۹۴۲ھ) نے کہا:

''وكان رحمه الله تعالى بصيرا بعلل الحديث وبالتعديل والترجيح مقبول القول في ذلك''، امام ابوحنیفہؒ (م ۱۵۰ھ)، عللِ حدیث اور تعدیل، جرح میں پوری بصیرت رکھتے تھے اور اس علم میں آپؒ کا قول مقبول ہے۔

(عقود الجمان: ص ۱۶۷)۔

(۱۷) مشہور حافظ الحدیث، امام محمد مرتضی الزبیدیؒ (م ۱۲۰۵ھ) نے کہا:

''فان کلامه مقبول فی الجرح و التعدیل''۔

امام صاحبؒ (م ۱۵۰ھ) کا کلام جرح وتعدیل میں مقبول ہے۔

(۱۸) اور حافظ ابن عبد البرؒ (م ۴۶۳ھ) نے بھی ''و قد عقد ابن عبد البر فی کتاب جامع العلم باباً فی ان کلام الامام یقبل فی الجرح و التعدیل''، ایک باب باندھا، اس بات کو ثابت کرنے کے لئے کہ امام صاحبؒ (م ۱۵۰ھ) کا کلام، جرح وتعدیل میں مقبول ہے۔ (عقود الجواہر المنیفۃ: ج ۲: ص ۸، طبع ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی، نیز دیکھئے **جامع بیان العلم وفضلہ لابن عبد البر: ج ۲: ص ۱۰۹۴**)۔

(۱۹) حافظ ابن تیمیہؒ (م ۷۲۸ھ) نے کہا:

''و كلام يحيى بن معين و البخاري و مسلم و أبي حاتم و أبي زرعة و النسائي و أبي أحمد بن عدي و الدار قطني و أمثالهم في الرجال و صحيح الحديث و ضعيفه هو مثل كلام مالك و الثوري و الأوزاعي و الشافعي و أمثالهم في الأحكام و معرفة الحلال من الحرام و في الأئمة من هو إمام مع هؤلاء و هؤلاء مشارك للطائفتين و إن كان بأحد الصنفين، و أكثر أئمة الحديث و الفقه كمالك و الشافعي و أحمد و إسحاق بن راهويه و أبي عبيد و كذلك الأوزاعي و الثوري و الليث هؤلاء و كذلك لأبي يوسف صاحب أبي حنيفة و لأبي حنيفة أيضا ما له من ذلك و لكن لبعضهم في الإمامة في الصنفين ما ليس للآخر و في بعضهم من ضعف المعرفة بأحد الصنفين ما ليس في الآخر فرضي الله عن جميع أهل العلم و الإيمان''۔

اور یحییٰ بن معین، بخاری، مسلم، ابو حاتم، ابو زرعہ، نسائی، ابو احمد بن عدی، دار قطنی اور ان جیسے ائمہ کرام رحم اللہ علیہم کا رجال اور حدیثِ صحیح وضعیف کے بارے میں کلام کرنا ایسا ہی ہے جیسے امام مالک، سفیان ثوری، اوزاعی، امام شافعی اور ان جیسے دیگر ائمہ کا احکامِ شرعیہ اور حلال وحرام کی معرفت میں کلام کرنا۔

اور بعض ائمہ ایسے بھی ہیں جو دونوں پہلوؤں (یعنی جرح وتعدیل اور احکام وفقہ) میں امام ہیں، اور دونوں گروہوں میں شریک ہیں، اگرچہ ان میں سے کوئی ایک پہلو میں زیادہ مہارت رکھتا ہے اور اکثر محدثین وفقہاء جیسے امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل، اسحاق بن راہویہ، ابو عبید، اور اسی طرح اوزاعی، ثوری، لیث رحم اللہ علیہم، یہ سب اس جامعیت کے

حامل ہیں اور امام ابو یوسفؒ، شاگردِ امام ابوحنیفہ اور خود امام ابوحنیفہؒ کو بھی اس میں ایک حصہ حاصل ہے، البتہ بعض کے پاس دونوں میدانوں کی امامت کا وہ درجہ ہے جو دوسروں کو حاصل نہیں اور بعض کے پاس کسی ایک فن کے علم میں ایسی خصوصیت ومعرفت ہے جو دوسرے فن میں پہلے والے فن کی طرح نہیں، پس اللہ تعالیٰ تمام اہلِ علم وایمان سے راضی ہو۔(**الرد علی البكري لابن تيمية :ص۷۲**)۔

(۲۰) فاضل، امام تقی الدین الغزیؒ (م۱۰۱۰ھ) نے کہا:

''وكان أبو حنيفة ممن تلقى عنه الحُفاظ، وعملوا بقوله في الجرح والتعديل، كتلقيهم عن الإمام أحمد، والبخاري، وابن معين، وابن المديني، وغيرهم من شيوخ الفن''۔

اور امام ابوحنیفہؒ بھی ان حضرات میں سے ہیں، جن سے حفاظِ حدیث نے علم حاصل کیا، اور جرح وتعدیل میں ان کے قول کو اختیار کیا، جیسے انہوں نے امام احمد، امام بخاری، یحییٰ بن معین، ابن المدینی اور فن حدیث کے دیگر ائمہ رحم اللہ علیہم سے اقوال اختیار کئے ہیں۔(**الطبقات السنية: ج۱:ص۳۱**)۔

تلک عشرة كاملة۔

<u>**نوٹ:**</u>

امام صاحبؒ (م۱۵۰ھ) کے جرح وتعدیل میں کچھ اقوال، حضرت مولانا ظہور احمد الحسینی دامت برکاتہم کی کتاب ''**امام ابوحنیفہؒ کا محدثانہ مقام:ص۳۹۷**'' پر دیکھے جاسکتے ہیں۔

(۲۱) نیز امام ابوبکر البیہقیؒ (م۴۵۸ھ) فرماتے ہیں کہ

<u>وقد تكلم فقهاء الأمصار في الجرح والتعديل فمن سواهم من علماء الحديث</u>:أخبرنا أبو عبد الرحمن: محمد بن الحسين السلمي، حدثنا أبو سعيد الخلال، حدثنا أبو القاسم البغوي، حدثنا محمود بن غيلان المروزي، قال:حدثني الحماني عن أبي حنيفة قال: ما رأيت أحدا أكذب من جابر الجعفي، ولا أفضل من عطاء۔

وحدثنا عبد الحميد الحماني، قال: سمعت أبا سعد الصغاني قام إلى أبي حنيفة، فقال: يا أبا حنيفة، ما تقول في الأخذ عن الثوري؟فقال: اكتب عنه، فإنه ثقة ما خلا أحاديث أبي إسحاق عن الحارث، وحديث جابر الجعفي۔

مختلف علاقوں کے فقہاء اوران کے علاوہ، دوسرے علماء حدیث نے جرح وتعدیل کے سلسلے میں کلام کیا ہے۔۔
۔۔۔۔حمانیؒ امام ابوحنیفہؒ سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے جابر جعفی سے زیادہ جھوٹا اور عطاءؒ سے افضل کسی کو نہیں دیکھا۔۔۔۔۔
عبدالحمید حمانیؒ کہتے ہیں کہ ابوسعد صغانیؒ نے ابوحنیفہؒ سے پوچھا: آپ ثوریؒ سے حدیثیں لینے کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا ان سے حدیثیں نقل کیا کرو، وہ ثقہ ہیں، سوائے ابواسحٰق عن الحارث اور جابر جعفی کی حدیث کے۔(**دلائل النبوۃ للبیہقی: ج۱:ص ۴۴-۴۵**)۔

ثابت ہوا کہ ثبت، امام ابوبکر البیہقیؒ (۴۵۸ھ) کے نزدیک بھی، امام صاحبؒ (م۱۵۰ھ) علمائے حدیث، اور ائمہ جرح وتعدیل میں سے ہیں، واللہ اعلم۔

(۲۲) اور حافظ ابن تیمیہؒ (م۷۲۸ھ) فرماتے ہیں کہ

''أئمة أهل الحديث والتفسير والتصوف والفقه، مثل الأئمة الأربعة وأتباعهم''۔(منهاج السنة: ج۲:ص۱۰۵)۔

(۲۳) حافظ ابن القیمؒ (م۷۵۱ھ) فرماتے ہیں کہ

''وأما طريقة الصحابة والتابعين وأئمة الحديث كالشافعي والإمام أحمد ومالك وأبي حنيفة وأبي يوسف والبخاري وإسحاق۔۔۔'' ۔(اعلام الموقعين: ج۲:ص۲۰۹)۔

اس تفصیل سے ثابت ہوا کہ امام ابوحنیفہؒ (م۱۵۰ھ)، ائمہ حدیث، اہل حدیث، علمائے حدیث میں سے ہیں اور امام الجرح والتعدیل اور علل حدیث کے ماہر ہیں، والحمدللہ۔

(۲۴) یہی نہیں، بلکہ ثقہ، مامون، حافظ، امام المسلمین، فقیہ، امام زفرؒ (م۱۵۸ھ) نے کہا:

كان كبراء المحدثين مثل زكريا بن أبي زائدة، وعبد الملك بن أبي سليمان، والليث بن أبي سليم، ومطرف بن طريف، وحصين۔هو ابن عبد الرحمن رحمة الله عليهم وغيرهم۔يختلفون إلى أبي حنيفة رحمة الله عليه، ويسألونه عما ينوبهم من المسائل، وما يشتبه عليهم من الحديث۔

بڑے بڑے محدثین جیسے زکریا بن أبی زائدۃؒ (م۱۴۹ھ)، حافظ عبدالملک بن ابی سلیمانؒ (م۱۴۵ھ)، لیث بن ابی سلیمؒ (م۱۴۸ھ)، امام مطرف بن طریفؒ (م۱۴۱ھ)، حصین بن عبدالرحمن السلمیؒ (م۱۳۶ھ)، امام ابوحنیفہؒ (م۱۵۰ھ) کے پاس، آتے جاتے تھے، اور آپؒ سے، اپنے پیش آمدہ مسائل اور حدیث شریف میں جو انہیں اشتباہ ہوتا، اس کے بارے

میں سوال کرتے تھے۔(کشف الآثار الشریفۃ للحارثی: ج۱: ص ۱۲۳)،[۱]

اس لحاظ سے، امام صاحبؒ (م ۱۵۰ھ)، شیخ المحدثین ہوئے، والحمدللہ۔

نوٹ:

- ثقہ، ثبت، فقیہ، امام ابو یوسف، یعقوب بن ابراہیم الانصاریؒ (م ۱۸۲ھ) کو بھی حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ)، حافظ ابن عبدالہادیؒ (م ۷۴۴ھ)، حافظ ابن القیمؒ (م ۷۵۱ھ)، حافظ سیوطیؒ (م ۹۱۱ھ)، وغیرہ نے علمائے حدیث، ائمہ حدیث اور حفاظ الحدیث میں شمار کیا ہے۔(**تذکرۃ الحفاظ للذہبی: ج۱: ص ۲۱۴، طبقات علماء الحدیث لابن عبدالہادی: ج۱: ص ۴۲۱، طبقات الحفاظ للسیوطی: ص ۱۲۷، نیز دیکھئے ص ۴۱**)،

- اسی طرح، ثقہ، حافظ، الامام الربانی، امام ابو عبداللہ، محمد بن الحسن الشیبانیؒ (م ۱۸۹ھ) کو امام دارقطنیؒ (م ۳۸۵ھ)، حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ)، امام عبدالکریم الشہرستانیؒ (م ۵۴۸)، وغیرہ نے ائمہ حدیث، محدثین اور حفاظ الحدیث میں شمار کیا ہے۔
(**نصب الرایۃ: ج۱: ص ۴۰۸، تذکرۃ الحفاظ للذہبی: ج۱: ص ۲۴۰، المعین فی طبقات المحدثین: ص ۶۸، رقم ۷۰۱، الملل والنحل: ج۱: ص ۱۴۶**)،

---

[۱] صدوق، حافظ الحدیث، امام ابو محمد الحارثیؒ (م ۳۴۰ھ) فرماتے ہیں کہ

حدثنا إسماعيل بن بشر، قال: حدثنا شداد-هو ابن حكيم- عن زفر رحمة الله عليه، قال: كان كبراء المحدثين مثل زكريا بن أبي زائدة، وعبد الملك بن أبي سليمان، والليث بن أبي سليم، ومطرف بن طريف، وحصين-هو ابن عبد الرحمن رحمة الله عليهم وغيرهم- يختلفون إلى أبي حنيفة رحمة الله عليه، ويسألونه عما ينوبهم من المسائل، وما يشتبه عليهم من الحديث۔(کشف الآثار الشریفۃ للحارثی: ج۱: ص ۱۲۳)

سند کی تحقیق:

حافظ ابو محمد الحارثیؒ (م ۳۴۰ھ) صدوق، حافظ الحدیث ہیں۔(**مجلہ الاجماع: ش۱۹: ص ۲۲**)، اسماعیل بن بشر البلخیؒ بھی ثقہ ہیں۔(**کتاب الثقات للقاسم: ج۲: ص ۳۶۵**)، شداد بن حکیم البلخیؒ (م ۲۱۳ھ) صدوق ہیں۔(**کتاب الثقات للقاسم: ج۵: ص ۲۲۳**)، زفر بن ہذیلؒ (م ۱۵۸ھ) ثقہ، مامون، متقن، حافظ الحدیث ہیں۔(**لسان المیزان: ج۳: ص ۵۰۱، کتاب الثقات للقاسم: ج۴: ص ۳۱۳**)،

حکم: لہذا یہ سند حسن ہے، معلوم ہوا کہ ائمہ محدثین کی ایک جماعت کے نزدیک، امام صاحبؒ (م ۱۵۰ھ) حدیث کے ماہر، امام تھے۔

- نیز ثقہ، ثبت، حافظ، ابوجعفر الطحاویؒ (م ۳۲۱ھ) کے بارے میں حافظ خلیلیؒ (م ۴۴۶ھ) نے کہا: ''وكان عالماً بالحديث''، حافظ ابن کثیر الدمشقیؒ (م ۷۷۴ھ) کہتے ہیں: ''هو أحد الثقات الأثبات، والحفاظ الجهابذة''۔ (**کتاب الثقات للقاسم: ج ۲: ص ۳۷**)، حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) بھی کہتے ہیں کہ ''**الحافظ الكبير، محدث الديار المصرية وفقيهها**''، اسی طرح، قاضی محمد بن عبدۃ البصریؒ (م ۳۱۳ھ)، نے امام طحاویؒ (م ۳۲۱ھ) سے کہا: ''**رأيتك العشية مع الفقهاء في ميدانهم، ورأيتك الآن في ميدان أهل الحديث، وقل من يجمع ذلك**''۔ (**سیر: ج ۱۵: ص ۲۷-۳۰**)،

- مشہور زاہد، حافظ، فقیہ، امام ابوالحسن الکرخیؒ (م ۳۴۰ھ) کو بھی حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ)، حافظ ابن عبد الہادیؒ (م ۷۴۴ھ) نے علمائے حدیث اور حفاظ الحدیث میں شمار کیا ہیں۔ (**تذکرۃ الحفاظ: ج ۳: ص ۴۹، طبقات علماء الحدیث: ج ۳: ص ۴۸**)،

- اسی طرح، حافظ ابوبکر جصاص الرازیؒ (م ۳۷۰ھ) کو بھی حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ)، حافظ ابن عبد الہادیؒ (م ۷۴۴ھ) نے علمائے حدیث اور حفاظ الحدیث میں شمار کیا ہے۔ (**تذکرۃ الحفاظ: ج ۳: ص ۱۱۳، طبقات علماء الحدیث: ج ۳: ص ۱۵۰**)، بلکہ حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) یہاں تک کہا ہے: کہ ''**وتصانيفه تدل على حِفْظه للحديث وبصره به**''۔ (**تاریخ الاسلام: ج ۸: ص ۳۱۵**)،

- ثبت، امام ابوالحسین القدوریؒ (م ۴۲۸ھ) کو بھی حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ)، حافظ ابن عبد الہادیؒ (م ۷۴۴ھ) نے علمائے حدیث اور حفاظ الحدیث میں شمار کیا ہے۔ (**تذکرۃ الحفاظ: ج ۳: ص ۱۹۱، طبقات علماء الحدیث: ج ۳: ص ۲۸۲**)،

یعنی کہنا یہ ہے کہ جس طرح، امام ابوحنیفہؒ (م ۱۵۰ھ)، اہل حدیث، ائمہ جرح وتعدیل میں سے ہیں، بلکہ وہ تو شیخ المحدثین ہیں، جیسا کہ تفصیل گزر چکی، بالکل اسی طرح، یہ حضرات بھی ائمہ حدیث اور اصحاب الحدیث میں سے ہیں۔

لہٰذا ان کی اصطلاحات بھی اہل حدیث کی اصطلاحات، شمار ہوگی، والحمد للہ۔

۞۞۞۞۞

مسألة إثبات رسالة الأنبياء:

حضرات انبیاء علیہم السلام کی بعثت و رسالت کی ضرورت کیوں ہے؟؟

از،

مشہور متکلم الاسلام، شیخ القرآن والحدیث، امام ادریس بن اسماعیل الکاندھلویؒ (م ۱۳۹۴ھ)

ہم جب اس عالم عناصر پر نظر ڈالتے ہیں، تو طرح طرح کی بیماریاں اور قسم قسم کے امراض نظر آتے ہیں، کوئی ایسا طبقہ نہیں کہ جو ہر قسم کی بیماری سے پاک ہو، ایسی حالت میں ایک حاذق طبیب کی ضرورت محسوس ہوتی ہے کہ جو ان مریضوں کا علاج کردے، طبیب مریض کی حالت اور موسم کی حرارت و برودت اور ملک کی آب ہوا کو دیکھ کر نسخہ تجویز کرتا ہے۔

مریض، طبیب کے علاج سے، جب ہی صحت یاب ہوسکتا ہے کہ جب اس مریض کا مرض حدِ یاس و نا میدی تک نہ پہنچ چکا ہو، اور اگر مریض ناقابلِ علاج ہو چکا ہے، جنون اور دق اور سل جیسے امراض میں مبتلا ہو چکا ہے، تو اس کے لئے طبیب کا علاج مفید نہیں پڑتا۔

کوئی مریض، جب مرض کی شدت میں مبتلا ہو، احباب و اقارب سے مخاطب ہو کر کہے کہ مجھے کسی طبیب کی حاجت نہیں، میں خود، اپنے لئے نسخہ صحت تجویز کرسکتا ہوں، تو آپ ہی انصاف فرمائیے کہ اس کے احباب و اقارب، اس کے، اس رائے کو کس درجہ وقیع خیال کریں گے بلکہ کو آثارِ مرض میں سے ایک اثر سمجھیں گے۔

لہٰذا جس طرح، یہ عالمِ اجسام، طرح طرح کی امراض میں مبتلا رہتے ہیں، عالمِ ارواح، اس سے کہیں زائد، قسم علل و اسقام میں مبتلا رہتا ہے، عالم عناصر میں بخار اور طاعون کی اتنی کثرت نہیں، جتنی کہ چوری، زناکاری، ظلم و تعدی، بغض و عداوت، کینہ و حسد، خیانت، ان روحانی امراض کی کثرت ہے۔

پس جس طرح جسمانی مریض کا یہ کہنا کہ میں خود اپنے لیے اور دوسرے مریضوں کے لیے بھی نسخۂ صحت تجویز کرسکتا ہوں، ایک کھلی نادانی ہے، اسی طرح کسی روحانی مریض کا یہ کہنا کہ میں خود اپنے لیے اور دوسروں کے لیے، نسخہ ہدایت تجویز کرسکتا ہوں، اہل عقل کے نزدیک، یہ نادانی، گزشتہ نادانی سے کسی طرح کم نہیں، جب وہ ایک جسم کثیف محسوس و مبصر کا، کہ جو وقت اس کی نظروں کے سامنے ہے، [اس کا] علاج نہیں کرسکتا، تو روح جو کہ ایک جوہر لطیف ہے، جس کی حقیقت اور اوصاف کا معلوم کرنا، حیطۂ عقل سے باہر ہے، اس کا علاج اس سقیم الروح سے، کس طرح ممکن ہے؟؟

مریض اگر صحت یاب ہونا چاہتا ہے، تو اس کے لیے، بجز اس کے، اور کوئی صورت نہیں کہ طبیب، جب کسی دوا یا کا غذ کے مفید اور موزوں ہونے کا فتویٰ دے، اس کو بے چوں و چرا تسلیم کر لے، خواہ دوا کا غذ کے خواص اور کیفیتیں، اس کو معلوم ہو یا نہ ہو، حتی کہ اگر طبیب، اس کو ایسی دوا دے کہ جس کے نام سے بھی [وہ] صحیح طور پر آشنا نہ ہو، تو مریض کے لیے یہی مناسب ہے کہ وہ دوا، خواہ، اس کی طبیعت، اس سے رغبت کرتی ہو یا نفرت، اس کا استعمال کرے۔

الحاصل، جس طرح جسمانی مریضوں کے لیے، اس کی ضرورت ہے کہ سلطنت کی جانب سے، ان مریضوں کے لیے شفاخانے، قائم کیے جائیں، اور اطباء کو، ان کی علاج کے لیے معین کیا جائے۔

اسی طرح ضرورت ہے کہ اس احکم الحکمین کی جانب سے، ان روحانی امراض کے لیے، روحانی طبیب بھیجے جائیں تا کہ ان روحانی مریضوں کا علاج فرمائیں اور ان کو ابدی ہلاکت سے بچائیں۔

ہاں اگر یہ روحانی مریض یاس کی حد کو پہنچ چکے ہوں، تو اس وقت ان روحانی اطباء کے نسخہ ہدایت، سے ان روحانی مریضوں کو نفع نہ ہوگا، **کما قال تعالی: ﴿إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ أَأَنذَرْتَهُمْ أَمْ لَمْ تُنذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ﴾**

جیسا کہ اللہ تعالی فرماتے ہیں: کہ

جو لوگ اللہ کے علم میں کافر ہیں، برابر ہے کہ آپؐ، ان کو ڈرائیں یا نہ ڈرائیں، وہ ایمان نہیں لائیں گے۔ **(البقرة ٦:)**،

اور روحانی امراض، جب اس حالتِ یاس کو پہنچ جاتے ہیں، تو لسان شریعت میں اس حالت کو ختم، طبع، رین سے تعبیر کرتے ہیں، ایسی حالت میں نسخہ ہدایت سے ان کو فائدہ نہ ہو، تو اس سے نسخہ ہدایت یا اس طبیبِ حاذق کو کا کوئی نقص خیال نہیں کیا جا سکتا، شریعت میں انہی روحانی اطباء کو انبیاء و رسل کہتے ہیں،

چنانچہ حجت الاسلام امام غزالیؒ (م ۵۰۵ھ) - متعنا اللہ معلومہ و برکاتہ۔۔۔ آمین، - فرماتے ہیں

ثم إني لما واظبت على العزلة والخلوة قريباً من عشر سنين، وبان لي في أثناء ذلك على الضرورة من أسباب لا أحصيها، مرة بالذوق، ومرة بالعلم البرهاني ومرة بالقبول الإيماني: أن للإنسان بدناً وقلباً، وأعني بالقلب حقيقة روحه التي هي محل معرفة الله، دون اللحم والدم الذي يشارك فيه الميت والبهيمة، وأن البدن له صحة بها سعادته ومرض فيه هلاكه، وأن القلب كذلك له صحة وسلامة، ولا ينجو "إلا من أتى الله بقلب سليم" وله مرض فيه هلاكه الأبدي الأخروي، كما قال تعالى: في قلوبهم مرض" وأن الجهل بالله سم مهلك،

وأن معصية الله بمتابعة الهوى، داؤه الممرض، وأن معرفة الله تعالى ترياقه المحيي، وطاعته بمخالفة الهوى دواؤه الشافي، وأنه لا سبيل إلى معالجة البدن إلا بذلك۔

وكما أن أدوية البدن تؤثر في كسب الصحة بخاصية فيها، لا يدركها العقلاء ببضاعة العقل، بل يجب فيها تقليد الأطباء الذين أخذوها من الأنبياء، الذين اطلعوا بخاصية النبوة على خواص الأشياء، فكذلك بان لي، على الضرورة بأن أدوية العبادات بحدودها ومقاديرها المحدودة المقدرة من جهة الأنبياء، لا يدرك وجه تأثيرها ببضاعة عقل العقلاء، بل يجب فيها تقليد الأنبياء الذين أدركوا تلك الخواص بنور النبوة، لا ببضاعة العقل. وكما أن الأدوية تركب من أخلاط مختلفة النوع والمقدار وبعضها ضعف البعض في الوزن والمقدار، فلا يخلو اختلاف مقاديرها عن سر هو من قبيل الخواص، فكذلك العبادات التي هي أدوية داء القلوب، مركبة من أفعال مختلفة النوع والمقدار، حتى أن السجود ضعف الركوع، وصلاة الصبح نصف صلاة العصر في المقدار، ولا يخلو عن سر إلهي فيها، يقتضيها بطريق الخاصية. وكما أن في الأدوية أصولاً هي أركانها وزوائد هي متمماتها، لكل واحد منها خصوص تأثير في أعمال أصولها، كذلك النوافل والسنن متممات لتكميل آثار أركان العبادات، وعلى الجملة: فالأنبياء عليهم السلام أطباء أمراض القلوب۔

مجھ کو دس سال کی خلوت اور عزلت سے یہ بات معلوم ہوئی اور بالبداہت، اس کا بے شمار اسباب سے انکشاف ہوگیا اور وہ اسباب احاطہ سے باہر ہیں، کبھی ذوق اور وجدان سے، اور کبھی دلیل و برہان سے، کبھی ذوق ایمان سے، یہ بات معلوم ہوئی کہ انسان، بدن اور قلب سے مرکب ہے، اور قلب سے، وہ حقیقت روحانیہ مراد ہے کہ جو معرفت ربانی کا محل ہے۔

قلب سے یہ مضغہ لحوم ودم مراد نہیں، جس میں مردے اور بہائم بھی شریک ہیں، جس طرح بدن کے لیے صحت و مرض ہے، اسی طرح قلب کے لیے بھی صحت و مرض ہے، اور صحت وسلامتی بھی ہے۔

نجات وہی شخص پائے گا، جو اللہ کے پاس قلب سلیم لے کر آئے گا، صحت کی طرح، قلب کے لیے بھی مرض ہے جس میں اس کی ابدی ہلاکت ہے، جیسے اللہ تعالی نے فرمایا: ان کے دلوں میں مرض ہے۔

خدا ہی سے بے خبر ہونا، سم قاتل ہے، اور مقتضائے ہوائے نفسانی، اللہ کی نافرمانی کرنا، یہ قلب کی بیماری ہے، جو قلب کو مریض کردیتی ہے، معرفت الہی اس کا تریاق ہے کہ جو حیات بخشتا ہے، اور اس کی اطاعت وفرمانبرداری، قلب کے

لیے دواء شافی ہے، اور امراض قلبیہ کے علاج کی صرف یہ صورت ہے کہ اول اس کے امراض کا ازالہ کیا جائے، پھر ادویہ نافعہ سے صحت یاب حاصل کی جائے جیسا کہ بدن کا علاج بھی اسی طرح ہوتا ہے اور جس طرح دواؤں کا صحت میں مؤثر ہونا، عقل سے معلوم نہیں ہوسکتا، بلکہ اس میں اطباء اور حکماء کی اتباع وتقلید ضروری ہے کہ جنھوں نے اس شئے کو انبیاء علیہ الصلاۃ والسلام سے لیا ہے، اور انبیاء علیہ الصلوۃ والسلام کو ان چیزوں کی خواص، نورِ نبوت سے معلوم ہوئے ہیں۔

بس اسی طرح عبادات کا خاص طریقہ، خاص مقدار کے ساتھ، امراض قلبیہ کے لیے دوا شافی اور مفید صحت ہونا، اس کی وجہ بھی عقل سے معلوم نہیں ہوسکتی، بلکہ انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کا اتباع ضروری ہے کہ جنھوں نے نورِ نبوت سے، ان چیزوں کے خواص معلوم کیے ہیں، نہ کہ عقل سے۔

جس طرح دواؤں کا مختلف الانواع والمقدار مختلف الاوزان چیزوں سے مرکب ہونا خالی از، حکمت نہیں، اسی طرح عبادات کا کہ جو امراض قلبیہ کی دوا ہیں، اس کا بھی مختلف انواع، مختلف المدار افعال سے مرکب ہونا، مثلاً سجود کا رکوع سے دو چند ہونا، نماز صبح کا نماز عصر سے نصف ہونا خالی از حکمت نہیں، اس کا علم صرف نورِ نبوت سے ہوسکتا ہے۔

جو شخص ان چیزوں کے اسرار وحکم، عقل سے مستنبط کرنا چاہے یا ان کو محض اتفاق اور خالی از حکمت سمجھے، تو وہ سخت احمق اور جاہل ہے، جس طرح دواؤں کے کچھ اصول وارکان ہیں اور کچھ ممکنات اور ہر ایک کا خاص اثر ہے، اسی طرح سنن ونوافل، ارکان عبادت کی متمم اور مکمل ہے۔ الحاصل باطنی اور روحانی امراض کے اطباء، انبیاء علیہ الصلوۃ والسلام ہیں۔(**المنقذ من الضلال للغزالی**:ص ۱۸۸-۱۸۹، ت عبدالحلیم محمود)، [**علم الکلام**، از، ادریس کاندھلویؒ:ص ۲۰۴-۲۰۹]

❁❁❁❁❁

"۳" رکعت وتر، ایک سلام کے ساتھ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت ہے۔

- محمد عاقل احمد خان
[متخصص فی الحدیث و علومہ]

بعض الناس کہتے ہیں کہ "۳" رکعت وتر، ایک سلام کے ساتھ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت نہیں ہے، جب کہ صحیح روایات سے، اس کا ثبوت ملتا ہے، چنانچہ

دلیل نمبر"۱":

امام ابوعبداللہ الحاکمؒ (م ۴۰۵ھ) نے کہا:

أخبرناه أبو نصر أحمد بن سهل الفقيه ببخارى، ثنا صالح بن محمد بن حبيب الحافظ، ثنا شيبان بن فروخ بن أبي شيبة، ثنا أبان، عن قتادة، عن زرارة بن أوفى، عن سعد بن هشام، عن عائشة، قالت: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يوتر بثلاث لا يسلم إلا في آخرهن۔

وهذا وتر أمير المؤمنين عمر بن الخطاب رضي الله عنه وعنه أخذه أهل المدينة۔

حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ۳ رکعت وتر پڑھتے اور صرف آخری رکعت میں سلام پھیرتے تھے، آگے امام حاکمؒ کہتے ہیں کہ یہی "۳" رکعت، حضرت عمرؓ کا وتر ہے اور انہی سے اہل مدینہ نے اسی "۳ رکعت" کو لیا ہے ۔(المستدرک للحاکم: ج۱:ص ۴۴۷)،

سند کی تحقیق:

(۱) امام ابوعبداللہ الحاکمؒ (م ۴۰۵ھ)، ثقہ، حافظ، شیخ المحدثین ہیں۔(الروض الباسم فی تراجم شیوخ الحاکم: ج۱: ص ۹۸)،

(۲) ابونصر، احمد بن سہل البخاریؒ، بھی ثقہ، فقیہ ہیں۔(الروض الباسم: ج۱:ص ۲۲۴)،

(۳) صالح بن محمد بن عمرو بن حبیب، ابوعلی الاسدی جزرۃ الحافظؒ (م ۲۹۳ھ) بھی ثقہ، ثبت ہیں۔(تاریخ الاسلام: ج۶:ص ۹۵۳)،

(۴) شیبان بن فروخ بن ابی شیبہؒ (م ۲۳۶ھ)، صحیح مسلم، سنن ابی داود و سنن النسائی کے راوی اور ثقہ، محدث ہیں۔
- امام احمد بن حنبلؒ (م ۲۴۱ھ) نے کہا: ''ثقة''۔
- حافظ عبدان الاہوازیؒ (م ۳۰۶ھ) نے کہا: ''كان شيبان أثبت عندهم من هدبة''۔
- حافظ مسلمۃ بن قاسم القرطبیؒ (م ۳۵۳ھ) نے کہا: ''ثقة''۔
- حافظ ابوزرعۃ الرازیؒ (م ۲۶۴ھ) اور حافظ زکریا الساجیؒ (م ۳۰۷ھ) نے کہا: ''صدوق''۔
- حافظ شمس الدین الذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) نے کہا: ''أحد الثقات، وكان صاحب حديث ومعرفة وعلو إسناد''۔ (میزان الاعتدال: ج ۲: ص ۲۸۵)،

* ایک اور جگہ کہا: ''شيبان بن فروخ الإمام الثقة محدث البصرة ومسندها''۔ (تذکرۃ الحفاظ: ج ۲: ص ۲۴)،

* ایک جگہ کہا: ''شيبان بن فروخ الأبلي من كبار الشيوخ وثقاتهم''۔ (العبر: ج ۱: ص ۳۳۱)،
* ''ثقة مشهور''۔ (المغنی: ج ۱: ص ۳۰۱، رقم ۲۸۰۵)،
* ''وما علمت به بأسا، ولا استنكروا شيئا من أمره، ولكنه ليس في الذروة''۔ (سیر: ج ۱۱: ص ۱۰۱)، مگر ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ)، نے میزان میں ان کی کوئی منکر روایت ذکر نہیں کی۔ [۱]

- حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) نے بھی کہا: ''ثقة''۔ (لسان المیزان: ج ۹: ص ۳۲۴)،
- تقریب التہذیب میں موجود حکم، پر نقض کرتے ہوئے، الدکتور عبد العزیز بن سعد التخیفی حفظہ اللہ نے کہا:

''ا: من وثقه أو عدله: قال أبو ابراهيم، أحمد بن سعد بن ابراهيم الزهری عن احمد بن حنبل: ثقة، وقال ابو زرعة: صدوق، وقال أبو الشيخ عن عبدان الأهوازی: كان شيبان أثبت عندهم من هدبة، وقال الساجی: قدری إلا أنه كان صدوقا، وقال مسلمة بن القاسم: ثقة، وقال ابن قانع: صاح، أقول: وروى عنه أبو داود و بقی بن مخلد، وكانا لا يرويان إلا عن ثقة۔

ب: من تكلم فيه: قال أبو حاتم: كان يرى القدر وإضطر الناس اليه بأخرة وتقدم أن الساجی نسبه إلى

---

[۱] لہذا یہاں ان کا ثبت، حجت کے بجائے، ثقہ ہونا زیادہ راجح معلوم ہوتا ہے، بنسبت صدوق ہونے کے، کیونکہ ان کی کوئی منکر روایت نہیں ملی، واللہ اعلم۔

القول بالقدر۔

ج: تمحیص الأقوال فیہ: ھذا الراوی وثقه کثیر من النقاد، ونسبه أبو حاتم والساجی الی القول بالقدر، وقال أبو حاتم: إضطر الناس إلیه أخیرا، فقال عنه ابن حجر: صدوق یھم ورمی بالقدر، قال أبو حاتم: إضطر الناس الیه اخیرا، أقول: أبو حاتم والساجی حیث نسبا ھذا الراوی الی القول بالقدر لم یذکرا عنه غلوا فی القدر ولا دعوة إلیه، ولا أعلم أحدا نسبه الی ذلک، فلا یضرہ القول بالقدر عند جمھور المحدثین، اذا لم یکن داعیة، وقد رغب الناس فی حدیثه لعلو اسنادہ، وقد غمزہ أبو حاتم بقوله: اضطر الناس الیه أخیرا، لکن ھذا لیس بجرح مفسر حتی یقدح فیمن ثبتت عدالته، وقد روی عنه مسلم الکثیر۔

وترجم له الذھبی فی المیزان ورمز الی أن العمل علی توثیقه وقال عنه: أحد الثقات۔۔۔۔۔۔وکان صاحب حدیث ومعرفة وعلو إسناد۔

ولما تقدم: فالراجح -لدی- قول جمھور النقاد بتوثیقه وأقرب الأقوال -لدی- قول أحمد بن حنبل عنه: ثقة، لأنه ناقد معتدل، ولم یثبت فی ھذا الراوی مایحطه عن ھذہ المرتبة، بل ذکر عبدان أنه أثبت عندھم من ھدبة ابن خالد، وھدبة ثقة، ویضم الی وصفه بثقة ما نسب الیه من القول بالقدر، فھو: ثقة رمی بالقدر ''۔

(دراسة المتکلم فیھم من رجال تقریب التھذیب: ج۱: ص۵۰۱-۵۰۲)،

لہذا شیبانؒ (م ۲۳۳ھ)، ثقہ، محدث ہیں، ان کو صدوق کہنا محل نظر ہے۔

(۵) ابان بن یزید العطارؒ (م ۱۶۰ھ)، کتب ستہ کے راوی اور ثقہ، ثبت ہیں، (تحریر تقریب التھذیب: رقم ۱۴۳)، بالخصوص قتادۃؒ کی روایات میں ثبت ہیں۔ (تاریخ ابن معین بروایت الدارمی: رقم ۳۵، الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم الرازی: ج۲: ص۲۹۹، تہذیب الکمال: ج۲: ص۲۵، ثمل النبال: ج۱: ص۱۰۱)،

(۶) قتادۃ بن دعامۃؒ (م ۱۱۹ھ) کتب ستہ کے راوی اور ثقہ، ثبت ہیں۔ (تقریب: رقم ۵۵۱۸)،

<u>نوٹ:</u>

امام قتادۃؒ (م ۱۱۹ھ) سے، یہ روایت، شعبۃؒ (م ۱۶۰ھ) نے بیان کی ہے، نیز قتادۃؒ کے متابع میں یزید بن یعفر بھی موجود ہیں، جن کی تفصیل آگے آرہی ہے، (دیکھئے ص ۵۲-۵۴)، لہذا یہاں ان کی ''عنعنہ'' پر اعتراض فضول ہے۔

(۷) زرارۃ بن اوفیؒ (م ۹۳ھ) کتب ستہ کے راوی اور ثقہ، عابد ہیں۔ (تقریب: رقم ۲۰۰۹)،

(۸) سعد بن ہشام الانصاریؒ (م قبل ۱۰۰ھ) کتب ستہ کے راوی اور ثقہ ہیں۔ (تقریب: رقم ۲۲۵۸)،

(۹) عائشۃ بنت ابی بکر الصدیقؓ (م ۵۷ھ) مشہور صحابیہ رسول ﷺ اور ام المومنین ہیں۔ (تقریب: رقم ۸۶۳۳)،

حکم:

اس کے تمام روات ثقہ ہیں، لہذا یہ روایت صحیح ہے۔

نوٹ:

یہ روایت، ایک مستقل روایت ہے، جو کہ سعد بن ہشام عن عائشۃ کی، اس روایت سے بالکل مختلف اور الگ ہے، جس میں ’’۳‘‘ رکعت وتر کا ذکر ہی نہیں ہے، چنانچہ امام محمد بن نصر المروزیؒ (م ۲۹۴ھ) نے کہا:

حدثنا إسحاق، أخبرنا معاذ بن هشام، حدثني أبي، عن قتادة، عن زرارة بن أوفى، عن سعد بن هشام، عن عائشة، رضي الله عنها قالت: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا أوتر بتسع ركعات لم يقعد إلا في الثامنة فيحمد الله ويذكره ويدعو، ثم ينهض ولا يسلم ثم يصلي التاسعة، فيجلس ويذكر الله ويدعو، ثم يسلم تسليمة يسمعنا، ثم يصلي ركعتين وهو جالس، فلما كبر وضعف أوتر بسبع ركعات لا يقعد إلا في السادسة، ثم ينهض ولا يسلم فيصلي السابعة، ثم يسلم تسليمة، ثم يصلي ركعتين وهو جالس۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: رسول اللہ ﷺ جب ’’۹‘‘ رکعت وتر، ادا فرماتے تو آٹھویں رکعت کے علاوہ کسی رکعت میں نہیں بیٹھتے تھے، آٹھویں رکعت میں تشریف فرما ہو کر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرتے، اس کا ذکر فرماتے اور دعا مانگتے، پھر سلام پھیرے بغیر کھڑے ہو جاتے اور نویں رکعت ادا کرتے، پھر (نویں رکعت میں) بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے، دعا مانگتے، اس کے بعد، ایسا سلام پھیرتے کہ ہم بھی اسے سن لیتے۔ پھر سلام کے بعد بیٹھے بیٹھے دو رکعتیں ادا فرماتے۔

پھر جب آپ ﷺ کی عمر مبارک زیادہ ہوگئی اور جسمانی کمزوری آ گئی، تو سات رکعت وتر پڑھنے لگے، اس میں چھٹی رکعت کے علاوہ کسی رکعت میں نہیں بیٹھتے تھے، چھٹی رکعت میں بیٹھنے کے بعد سلام پھیرے بغیر کھڑے ہو جاتے اور ساتویں رکعت ادا کرتے، پھر سلام پھیرتے، اس کے بعد بیٹھے بیٹھے دو رکعتیں ادا فرماتے۔ (**مختصر قیام اللیل للمروزی: ص ۱۹۵**)،

غور فرمائیں! اس روایت میں ’’۳‘‘ رکعت وتر، کا تذکرہ ہی نہیں ہے، جب کہ ابانؒ کی روایت میں ’’۳، رکعت‘‘ وتر

کا تذکرہ موجود ہے،لہذا دونوں روایتوں کو’’ایک‘‘ کہنا محل نظر ہے، بلکہ صحیح یہی ہے کہ یہ دونوں مختلف اورالگ الگ روایت ہیں،واللہ اعلم۔

ایک اعتراض:

امام ابوبکر البیہقیؒ (م ۴۵۸ھ) نے کہا: کہ ابان کی روایت خطاء ہے۔(**السنن الکبری للبیہقی: ج ۳: ص ۴۶**)،

الجواب:

ابان کی روایت کو خطاء کہنا محل نظر ہے، کیونکہ اس کے تمام روات ثقہ ہیں،اوراس کے قوی شواہد ومتابع بھی موجود ہیں،جس کی تفصیل آگے آرہی ہے،جن میں سعید بن ابی عروبہؒ (م ۱۵۷ھ) اور یزید بن یعفرؒ کی روایت موجود ہے،جن میں ’’۳رکعت‘‘ وتر کی تصریح ہے،لہذا ابان کی روایت،اپنے متابع وشواہد کی وجہ سے،مزید قوی اور مضبوط ہوگی۔

اوراس کو خطاء کہنا مرجوح ہے۔

دلیل نمبر ’’۲‘‘:

- امام اہل السنۃ،امام احمد بن حنبلؒ (م ۲۴۱ھ) نے کہا:

’’حدثنا أبو النضر، حدثنا محمد يعني ابن راشد، عن يزيد بن يعفر، عن الحسن، عن سعد بن هشام، عن عائشة: "أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان إذا صلى العشاء دخل المنزل، ثم صلى ركعتين ثم صلى بعدهما ركعتين أطول منهما، ثم أوتر بثلاث لا يفصل فيهن، ثم صلى ركعتين وهو جالس، يركع وهو جالس، ويسجد وهو قاعد جالس‘‘۔

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ: رسول اللہ ﷺ جب عشاء کی نماز ادا فرمالیتے،تو گھر تشریف لے جاتے،پھر دو رکعت نماز پڑھتے،اس کے بعد مزید دو رکعت ادا فرماتے،جو پہلی دو رکعتوں سے زیادہ طویل ہوتیں،پھر تین رکعت وتر ادا فرماتے،جن کے درمیان کوئی [سلام سے] فصل نہیں کرتے تھے،اس کے بعد دو رکعت بیٹھ کر پڑھتے؛ رکوع اور سجدہ بھی بیٹھے ہوئے ہی ادا فرماتے تھے۔(**مسند الامام احمد: ج ۴۲: ص ۱۲۶،حدیث نمبر ۲۵۲۲۳**)،

سند کی تحقیق:

اس روایت کے تمام روات ثقہ یا صدوق ہیں اور یزید بن یعفر بھی صدوق ہیں،ان سے ’’۲‘‘ ،لوگوں نے روایت

لی ہے، اور حافظ ابن حبانؒ (م ۳۵۴ھ) نے ''الثقات'' میں شمار کیا ہے۔ (**التذکرۃ فی رجال العشرۃ للحسینی: ص ۱۹۲۴، رقم ۷۷۵۷**)،

لہذا یزید بن یعفر - علی الاقل - صدوق، حسن الحدیث ہیں۔ (**الروضۃ الریا فی تخریج أحادیث فضل الصلاۃ علی النبی ﷺ للشیخ زکریا: ص ۶۲۶**)، نیز حافظ ابن عدیؒ (م ۳۶۵ھ) نے بھی، باوجود، ان کا علم ہونے کے، ان کا ترجمہ، ''الکامل'' میں ذکر نہیں کیا۔ (**الکامل لابن عدی: ج ۱: ص ۹۷، نیز دیکھئے الکامل لابن عدی: ج ۳: ص ۳۳۶، التاریخ الکبیر للبخاری: ج ۸: ص ۳۷۱**)،

لہذا ابن عدیؒ (م ۳۶۵ھ) کے نزدیک بھی، وہ صدوق یا ثقہ ہیں، واللہ اعلم۔

خلاصہ یہ کہ یزید بن یعفر - علی الاقل - صدوق، حسن الحدیث ہیں، ان پر اعتراض فضول ہے۔

نوٹ:

اور امام الحسن البصریؒ (م ۱۱۰ھ) کے متابع میں، زرارۃ بن اوفیؒ (م ۹۳ھ) موجود ہیں، جیسا کہ ماقبل کی روایت میں گزر چکی، لہذا یہاں ان پر تدلیس کا اعتراض، فضول و بیکار ہے۔

حکم:

اور مسند الامام احمدؒ کی، یہ روایت حسن لذاتہ ہے، واللہ اعلم، جس سے ابان بن یزید العطارؒ (م ۱۶۰ھ) کی روایت کی تائید ہوتی ہے، کہ حضور ﷺ نے ''۳ رکعت'' وتر کو، ایک سلام کے ساتھ، پڑھا ہے۔

دلیل نمبر ''۳'':

- ثقہ، ثبت، حافظ، امام ابوجعفر الطحاویؒ (م ۳۲۱ھ) نے کہا:

''حدثنا ابن أبي داود, قال: ثنا محمد بن المنهال, قال: ثنا يزيد بن زريع, عن سعيد عن قتادة, عن زرارة بن أوفى عن سعد بن هشام, عن عائشة رضي الله عنها, قالت: كان نبي الله صلى الله عليه وسلم لا يسلم في ركعتي الوتر''۔ (**شرح معانی الآثار: ج ۱: ص ۲۸۰**)،

- ثقہ، حافظ، امام ابوعبداللہ، محمد بن الحسن الشیبانیؒ (م ۱۸۹ھ) نے کہا:

''أخبرنا سعيد بن أبي عروبة، عن قتادة، عن زرارة بن أبي أوفى، عن سعد بن هشام، عن عائشة، أن

رسول الله صلى الله عليه وسلم كان لا يسلم في ركعتي الوتر ''۔

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ وتر کی دو رکعتوں پر سلام نہیں پھیرتے تھے۔(**موطا امام محمد: ص۹۶، حدیث نمبر ۲۶۶**)،

سند کی تحقیق:

ان دونوں سند کے تمام رواۃ ثقہ ہیں اور سعید بن ابی عروبہؒ (م۱۵۷ھ) نے سماع کی صراحت کردی ہے۔(**سنن الدار قطنی: ج۲: ص۳۵۷، حدیث نمبر ۱۶۶۵**، وإسناده صحيح)، نیز ان کے متابع میں ثقہ، ثبت راوی، ابان بن زید العطارؒ (م۱۶۰ھ) موجود ہیں۔(**المستدرک للحاکم: ج۱: ص۴۴۷، حدیث نمبر ۱۱۴۰**)،

لہذا، سعیدؒ پر تدلیس کا اعتراض فضول ہے۔

- اسی طرح، امام قتادۃ بن دعامۃؒ (م۱۱۹ھ) سے، یہ روایت امام شعبۃ بن الحجاجؒ (م۱۶۰ھ) نے نقل کی ہے، جو کہ قتادہؒ کے سماع پر محمول ہوگی، چنانچہ ثقہ، حافظ، امام ابوبکر الاثرمؒ (م۲۷۳ھ) نے کہا:

وروى الكوفيون عن شعبة عن قتادة عن سعد بن هشام عن عائشة: أن النبي صلى الله عليه وسلم كان لا يسلم في ركعتي الوتر۔(ناسخ الحديث ومنسوخه للأثرم: ص۸۶)،

لہذا یہاں، قتادہؒ (م۱۱۹ھ) کی ''عنعنہ''، پر اعتراض فضول ہے۔

نیز امام قتادۃ بن دعامۃؒ (م۱۱۹ھ) کے متابع میں، صدوق، حسن الحدیث راوی، یزید بن یعفرؒ موجود ہیں، جیسا کہ ماقبل کی روایت میں گزر چکا، لہذا اس وجہ سے بھی، ان کے ''عنعنہ'' پر اعتراض بیکار ہے۔

حکم:

یہ روایت صحیح ہے اور کئی ائمہ نے اس کی تصحیح کی ہے، چنانچہ

ائمہ کی تصحیح:

- امام حاکمؒ (م۴۰۵ھ) اور
- حافظ شمس الدین الذہبیؒ (م۷۴۸ھ) نے کہا: ''**هذا حديث صحيح على شرط الشيخين**''۔(**المستدرک للحاکم مع تلخیص للذہبی: ج۱: ص۴۴۶، ۴۴۷، حدیث نمبر ۱۱۳۹-۱۱۴۰**)،
- امام نوویؒ (م۶۷۶ھ) نے کہا: ''**بإسناد حسن: كان لا يسلم في ركعتي الوتر**''۔(**خلاصۃ الاحکام: ج۱:**

ص ۵۵۲)،

- امام ابن الملقنؒ (م ۸۰۴ھ) نے کہا: ''وفي رواية للنسائي بإسناد صحيح كان لا يسلم في ركعتي الوتر''۔(تحفة المحتاج: ج۱:ص ۴۰۴)،

- حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ)، نے اس روایت پر سکوت کیا ہے، جو ان کے نزدیک، یہ روایت صحیح یا حسن ہونے پر دال ہے۔(فتح الباری: ج۲:ص ۴۸۱)،

- محدث، امام بدرالدین العینیؒ (م ۸۵۵ھ) نے کہا: ''وأخرجه من طريقين صحيحين على شرط مسلم''۔ (نخب الافکار: ج۵:ص ۲۵، نیز دیکھئے عمدۃ القاری: ج۷:ص ۴)

- محدث ملّا علی قاریؒ (م ۱۰۱۴ھ) نے کہا: ''مع أنه لو صح لحمل على أول الأمر لما سيأتي من الأحاديث الصحيحة الصريحة أنه - عليه السلام - صلى الوتر ثلاثا موصولا''۔(مرقاۃ: ج۳:ص ۹۴۰، نیز دیکھئے فتح باب العنایۃ: ج۱:ص ۳۷۸)،

- محدث شبہ القارۃ الہندیۃ، امام عبدالحی الکنویؒ (م ۱۳۰۵ھ) نے کہا:

''وقد ثبت من حديثها صريحاً أنه صلّى الله عليه وسلّم كان لا يسلِّم في ركعتي الوتر، كما ذكرنا''۔ (التعلیق الممجد: ج۱:ص ۶۲۲)،

- حافظ انور شاہ کشمیریؒ (م ۱۳۵۳ھ) نے کہا: ''وإسناد الحديث غاية القوة''۔(العرف الشذی: ج۱:ص ۴۲۹)،

اعتراض نمبر ''۱'':

اس روایت پر بھی، یہی اعتراض کیا جاتا ہے کہ یہ روایت دراصل مختصر ہے اور مفصل روایت سے، ''۳'' رکعت وتر، ایک سلام سے ثابت نہیں ہوتی، جیسا کہ محمد بن نصر المروزیؒ (م ۲۹۴ھ) کا کلام گزر چکا۔

الجواب:

''أبان، سعيد بن ابی عروبة، شعبة وغيره عن قتادة''، کی یہ روایت، ایک مستقل اور الگ روایت ہے، جس کا ، اس روایت سے، کوئی تعلق نہیں، جس کو محمد بن نصر المروزیؒ (م ۲۹۴ھ) وغیرہ نے ذکر کیا ہے، جس کی تفصیل گزر چکی۔

نیز ابان کی روایت کی طرح، سعید بن ابی عروبۃ کی ایک روایت میں بھی ''۳'' رکعت وتر کا تصریح ہے، جس کی

تفصیل آگے آرہی ہے، (دیکھئے ص ٦۴)، اور الحسن البصریؒ، ابانؒ کے طریق بھی، اس پر دال ہے کہ اس روایت کا تعلق، ''۳ رکعت'' وتر سے ہے، کیونکہ ان حضرات کی روایت میں بھی ''۳ رکعت'' وتر کے الفاظ کی تصریح موجود ہے، (دیکھئے ص ۴۸، ۵۲)، نیز حضرت عائشہؓ سے کئی روایات میں ''۳ رکعت'' وتر کی تصریح وارد ہوئی ہیں، چنانچہ

- صحیحین میں روایت ہے: کہ ''عن أبي سلمة بن عبد الرحمن، أنه سأل عائشة رضي الله عنها: كيف كانت صلاة رسول الله صلى الله عليه وسلم في رمضان؟ قالت: ما كان يزيد في رمضان ولا في غيره على إحدى عشرة ركعة، يصلي أربع ركعات، فلا تسأل عن حسنهن وطولهن، ثم يصلي أربعا، فلا تسأل عن حسنهن وطولهن، ثم يصلي ثلاثا''، حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمٰنؒ نے ان سے پوچھا: رمضان المبارک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نماز کی کیفیت کیا تھی؟ انہوں نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم رمضان اور غیر رمضان، دونوں میں گیارہ رکعتوں سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے، پہلے چار رکعتیں ادا فرماتے، ان کے حسن اور طوالت کے بارے میں مت پوچھو، پھر چار رکعتیں ادا فرماتے، ان کے حسن اور طوالت کے بارے میں بھی مت پوچھو، پھر تین رکعتیں (وتر) ادا فرماتے تھے۔ (**صحیح البخاری: ج ۴: ص ۱۹۱، حدیث نمبر ۳۵٦۹، صحیح مسلم: ج ۱: ص ۵۰۹، حدیث نمبر ۷۳۸**)،

- سنن ابی داود میں روایت ہے: ''حدثنا أحمد بن صالح ومحمد بن سلمة المرادي، قالا: حدثنا ابن وهب، عن معاوية بن صالح، عن عبد الله بن أبي قيس، قال: قلت لعائشة: بكم كان رسول الله - صلى الله عليه وسلم - يوتر؟ قالت: كان يوتر بأربع وثلاث، وست وثلاث، وثمان وثلاث، وعشر وثلاث، ولم يكن يوتر بأنقص من سبع، ولا بأكثر من ثلاث عشرة''، حضرت عبداللہ بن ابی قیسؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے عرض کیا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کتنی رکعتوں کے ساتھ وتر ادا فرماتے تھے؟ انہوں نے فرمایا: آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کبھی چار اور تین وتر، کبھی چھ اور تین، کبھی آٹھ اور تین وتر، اور کبھی دس اور تین وتر رکعتیں ادا فرماتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سات رکعتوں سے کم اور تیرہ رکعتوں سے زیادہ وتر، ادا نہیں فرماتے تھے۔ (**سنن ابی داود: ج ۲: ص ۵۱۴، حدیث نمبر ۱۳٦۲**، ت الارنؤوط، وقال: **إسناده صحيح**)،

- شرح معانی الآثار للطحاوی کا ایک طریق میں ہے: ''حدثنا أبو زرعة عبد الرحمن بن عمرو الدمشقي، قال: ثنا صفوان بن صالح، قال: ثنا الوليد بن مسلم، عن إسماعيل بن عياش، عن محمد بن يزيد الرحبي، عن أبي

إدريس، عن أبي موسى، عن عائشة، رضي الله عنها ,قالت: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يقرأ في وتره في ثلاث ركعات قل هو الله أحد والمعوذتين''، حضرت عائشہؓ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ اپنے تین رکعت وتر میں، (تیسری رکعت میں) سورہ اخلاص اور معوذتین (سورۂ فلق اور سورۂ الناس) کی تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ (شرح معانی الآثار: ج۱: ص ۲۸۵، حدیث نمبر ۱۶۹۶، وإسناده حسن)۔

- امام ابوالقاسم الطبرانیؒ (م ۳۶۰ھ) نے حدیثِ عائشہ کا ایک اور طریق ذکر کیا ہے: کہ ''حدثنا عبد الله بن أحمد بن حنبل قال: نا جعفر بن مهران السباك قال: نا عبد الوارث بن سعيد، عن محمد بن جحادة، عن زبيد، عن ابن عبد الرحمن بن أبزى، عن أبيه، عن عائشة، قالت: كان النبي صلى الله عليه وسلم يوتر بثلاث، يقرأ في الأولى سبح اسم ربك الأعلى وفي الثانية قل يا أيها الكافرون وفي الثالثة قل هو الله أحد''، حضرت عائشہؓ نے فرمایا: نبی کریم ﷺ تین رکعت وتر ادا فرماتے تھے، پہلی رکعت میں ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى﴾، دوسری رکعت میں ﴿قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ﴾، اور تیسری رکعت میں ﴿قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ﴾ کی تلاوت فرماتے تھے۔ (المعجم الاوسط للطبرانی: ج ۴: ص ۳۰۸، حدیث نمبر ۴۲۸۵، ورواته ثقات)۔

- المستدرک للحاکم کی روایت یوں ہے: کہ ''حدثنا أبو بكر محمد بن عبد الله الشافعي، ثنا أبو إسماعيل السلمي، وحدثني محمد بن صالح بن هانئ، ثنا الفضل بن محمد الشعراني، قالا: ثنا سعيد بن أبي مريم، ثنا يحيى بن أيوب، عن يحيى بن سعيد، عن عمرة، عن عائشة، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يوتر بثلاث يقرأ في الركعة الأولى ب سبح اسم ربك الأعلى، وفي الثانية قل يا أيها الكافرون، وفي الثالثة قل هو الله أحد وقل أعوذ برب الفلق وقل أعوذ برب الناس، هذا حديث صحيح على شرط الشيخين''، عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ تین رکعت وتر ادا فرماتے تھے۔ پہلی رکعت میں سورۂ اعلیٰ، دوسری رکعت میں سورۂ کافرون، اور تیسری رکعت میں سورۂ اخلاص، سورۂ فلق اور سورۂ ناس کی تلاوت فرماتے تھے۔ (المستدرک للحاکم: ج۱: ص ۴۴۷، حدیث نمبر ۱۱۴۴)۔

غور فرمائیں! حضرت عائشہؓ سے، ''۵'' مختلف اصحاب، ابوسلمۃ بن عبدالرحمٰن بن عوفؒ (م ۱۰۴ھ)، عبداللہ بن ابی قیسؒ (م قبل ۱۰۰ھ)، ابوموسی الاشعریؒ (م ۵۰ھ)، عبدالرحمٰن بن ابزی الخزاعیؒ (م قبل ۸۰ھ)، عمرۃ بنت عبدالرحمٰن بن سعد الانصاریۃؒ (م ۹۸ھ)، وغیرہ نے، حضور ﷺ کا ''۳ رکعت'' وتر کا پڑھنا نقل کیا ہے، جیسا کہ تفصیل گزر چکی۔

لہذا اگر ان ''۳ رکعت'' وتر کا ذکر اور تفصیل، سعد بن ہشامؒ کے طریق میں آجائے، تو ان کی روایت کیسے ضعیف اور معلول ہوسکتی ہے؟؟؟

یہی وجہ ہے کہ کئی ائمہ حدیث نے اس جرح کو نظر انداز کر کے، زیر بحث روایت کی تصحیح و تحسین فرمائی ہیں، جس کی تفصیل گزر چکی، اور جس سے بھی، اس جرح کا کمزور ہونا، معلوم ہوتا ہے۔

اور پھر ائمہ کی ایک جماعت نے اس [أبان و سعيد و شعبة عن قتادة عن زرارة عن سعد بن هشام عن عائشة رضي الله عنها و عنهم کی] روایت کو ''۳'' رکعت وتر کے متعلق ہی قرار دیا ہے، چنانچہ

(۱)　ثقہ، حافظ، امام ابو عبداللہ، محمد بن الحسن الشیبانیؒ (م ۱۸۹ھ) نے اس روایت کو ''وفي الوتر الثلاث آثار''، میں ذکر کیا ہے۔(الحجة علی اہل المدینة: ج ۱: ص ۱۹۴-۱۹۹)،

(۲)　ثقہ، حافظ، امام ابو بکر ابن ابی شیبہؒ (م ۲۳۵ھ) نے اس روایت پر باب باندھا: ''من كان يوتر بثلاث، أو أكثر''، اور کہا:

حدثنا وكيع، عن زياد بن أبي مسلم، قال: سألت أبا العالية، وخلاسا عن الوتر؟ فقالا: اصنع فيه كما تصنع في المغرب۔

حدثنا وكيع، عن حماد بن سلمة، عن ثابت، عن أنس؛ أنه أوتر بثلاث، لم يسلم إلا في آخرهن۔

حدثنا غندر، عن شعبة، عن أبي إسحاق، قال: كان أصحاب علي، وأصحاب عبد الله لا يسلمون في ركعتي الوتر۔

حدثنا عبدة، عن سعيد، عن قتادة، عن زرارة، عن سعد بن هشام، عن عائشة، قالت: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يسلم في ركعتي الوتر۔

حدثنا وكيع، عن سفيان، عن محمد بن عبد الرحمن مولى آل طلحة، عن أبي سلمة؛ أن النبي صلى الله عليه وسلم كان يوتر بثلاث۔

حدثنا وكيع، عن مالك بن مغول، عن سالم بن عبد الرحمن، عن زاذان؛ أن عليا كان يوتر بثلاث۔

حدثنا وكيع، عن مسعر، وشعبة، عن عمر بن مرة، عن أبي عبيدة، عن عبد الله؛ أنه كان يوتر بثلاث من

آخر الليل، قاعدا۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ: ج ۴:ص ۴۸۹، ت عوامۃ)۔

اور سیاق وسباق سے ظاہر ہے کہ امام ابوبکر ابن ابی شیبہؒ (م ۲۳۵ھ) کے نزدیک، اس روایت کا تعلق، ''۳ رکعت'' وتر سے ہی ہے۔

(۳) امام ابوعبدالرحمٰن النسائیؒ (م ۳۰۳ھ) نے اس حدیث پر باب باندھا: ''باب كيف الوتر بثلاث''، تین رکعت وتر کیسے پڑھا جائے؟؟۔ (السنن المجتبی للنسائی: ج ۳:ص ۲۳۴، حدیث نمبر ۱۶۹۸، نیز دیکھئے السنن الکبری للنسائی: ج ۱: ص ۲۵۲، حدیث نمبر ۴۴۶، ت الارنؤوط)۔

(۴) ثقہ، ثبت، حافظ ابوجعفر الطحاویؒ (م ۳۲۱ھ) نے کہا:

''فأخبرت أن الوتر ثلاثا لا يسلم بين شيء منهن''۔

دیکھئے حضرت عائشہؓ نے بتایا: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین رکعت وتر ادا فرماتے تھے، اور ان رکعتوں کے درمیان میں، سلام نہیں پھیرتے تھے۔ (شرح معانی الآثار: ج ۱:ص ۲۸۰، حدیث نمبر ۱۶۷۱)۔

(۵) صدوق، الامام الکبیر، حافظ ابوبکر جصاص الرازیؒ (م ۳۷۰ھ) نے کہا:

''وإنما قلنا إنه ثلاث ركعات، لا يسلم إلا في آخرهن، لما رواه مسعر عن زبيد عن سعيد بن عبد الرحمن بن أبزى عن أبيه عن أبي بن كعب رضي الله عنه "أن النبي صلى الله عليه وسلم كان يوتر بثلاث لا يسلم حتى ينصرف۔

وروى قتادة عن زرارة بن أوفى عن سعد بن هشام عن عائشة رضي الله عنها قالت: "كان النبي صلى الله عليه وسلام لا يسلم في ركعتي الوتر''۔ (شرح مختصر الطحاوی: ج ۱:ص ۶۷۶-۶۷۷)۔

(۶) یہی قول، ثبت، حافظ الحدیث، امام ابوالحسین القدوریؒ (م ۴۲۸ھ) کا بھی ہے۔ (التجرید للقدوری: ج ۲:ص ۸۰۲)۔

(۷) امام اہل الحدیث بنیسابور، امام ابوعبداللہ الحاکمؒ (م ۴۰۵ھ) نے اس حدیثِ عائشہ کے بارے میں کہا:

''وهذا وتر أمير المؤمنين عمر بن الخطاب رضي الله عنه وعنه أخذه أهل المدينة''۔ (المستدرک للحاکم: ج ۱:ص ۴۴۷، حدیث نمبر ۱۱۴۰)۔

اور حضرت عمرؓ اور اہل مدینہ کا قول بھی، تین رکعت وتر کا ہی ہے، (دیکھئے شرح معانی الآثار: ج ۱:ص ۲۹۳، ۲۹۶

،وغیرہ)،جس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام ابوعبداللہ الحاکمؒ (م۴۰۵ھ) کے نزدیک بھی حدیثِ عائشہ ''۳رکعت''، وتر کے متعلق ہے۔

(۸) حافظ ابن حزم الظاہریؒ (م۴۵۶ھ) نے کہا:

''والثاني عشر: أن يصلي ثلاث ركعات، يجلس في الثانية، ثم يقوم دون تسليم ويأتي بالثالثة، ثم يجلس ويتشهد ويسلم، كصلاة المغرب، وهو اختيار أبي حنيفة۔

لما حدثناه عبد الله بن ربيع ثنا محمد بن معاوية ثنا أحمد بن شعيب أنا إسماعيل بن مسعود ثنا بشر بن المفضل ثنا سعيد بن أبي عروبة عن قتادة عن زرارة بن أوفى عن سعد بن هشام بن عامر: أن عائشة أم المؤمنين حدثته: أن رسول الله - صلى الله عليه وسلم - كان لا يسلم في ركعتي الوتر''۔

وتر کی بارہویں صورت یہ ہے کہ تین رکعتیں پڑھے، دوسری رکعت میں قعدہ کرے، پھر سلام پھیرے بغیر کھڑا ہو کر تیسری رکعت ادا کرے، اس کے بعد بیٹھے، تشہد پڑھے اور سلام پھیر دے، جیسا کہ نمازِ مغرب میں ہوتا ہے۔ یہی امام ابوحنیفہؒ کا قول ہے۔ اس کی دلیل وہ حدیث ہے جو ام المؤمنینؓ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ: رسول اللہ ﷺ وتر کی دوسری رکعت پر سلام نہیں پھیرتے تھے۔ (المحلی لابن حزم: ج۲: ص۸۹)،

(۹) ثبت، حافظ، امام ابوبکر البیہقیؒ (م۴۵۸ھ) نے بھی، اس روایت پر باب باندھا: ''باب من أوتر بثلاث موصولات بتشهدين وتسليم''، اس شخص کے بیان میں، جو تین وتر کو، دو تشہد اور ایک سلام کے ساتھ ادا کرے۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی: ج۳: ص۴۵، حدیث نمبر ۴۸۱۴)،

(۱۰) مشہور فقیہ، امام ابواسحاق الشیرازیؒ (م۴۷۶ھ) نے کہا:

''ولو كانت موصولة بالركعتين لما جهر بها كالثالثة من المغرب ويجوز أن يجمعها بتسليمه لما روت عائشة رضي الله عنها أن النبي صلى الله عليه وسلم كان لا يسلم في ركعتي الوتر''۔

اگر تیسری رکعت پہلی دو رکعتوں کے ساتھ متصل نہ ہوتی، تو اسے نمازِ مغرب کی تیسری رکعت کی طرح جہراً نہ پڑھا جاتا، اور یہ بھی جائز ہے کہ تینوں رکعتیں، ایک ہی سلام کے ساتھ ادا کی جائیں؛ کیونکہ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ وتر کی دوسری رکعت پر سلام نہیں پھیرتے تھے۔ (المہذب للشیرازی: ج۱: ص۱۵۸)،

(۱۱) حافظ ابن الجوزیؒ (م۵۹۷ھ) نے کہا:

''فصل واحتج الخصم على أنه لا يسلم من الركعتين بما، أخبرنا به ابن عبد الخالق قال أنبأنا عبد الرحمن قال أنبأنا ابن عبد الملك قال أنبأنا علي بن عمر أنبأنا الحسين بن إسماعيل قال حدثنا أحمد بن منصور قال حدثنا شجاع بن الوليد قال حدثنا سعيد بن أبي عروبة عن قتادة عن زرارة بن أبي أوفى عن سعد بن هشام عن عائشة قالت كان النبي صلى الله عليه وسلم لا يسلم في ركعتي الوتر وهذا لا حجة لهم فيه فإنه جائز عندنا أنه يوتر بثلاث بسلام واحد ولكن يجلس عقيب الثانية''۔

فصل: ہمارے مخالفین نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ وتر کی دو رکعتوں کے بعد سلام نہیں پھیرا جاتا، اس کی دلیل وہ روایت ہے جس میں حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ وتر کی دوسری رکعت پر سلام نہیں پھیرتے تھے، لیکن یہ حدیث ان کے حق میں دلیل نہیں بنتی؛ کیونکہ ہمارے نزدیک بھی یہ جائز ہے کہ وتر تین رکعت ایک ہی سلام کے ساتھ ادا کیے جائیں، البتہ دوسری رکعت کے بعد قعدہ کیا جائے۔(التحقیق فی مسائل الخلاف: ج۱: ص۴۵۷)۔

(۱۲)　ثقہ، متقن، حافظ، امام ضیاء الدین المقدسیؒ (م۶۴۳ھ) نے باب: ''وذكر ترك الفصل''میں، اس حدیثِ عائشہ کو ذکر کیا ہے۔(السنن والاحکام عن المصطفی علیہ افضل الصلاۃ والسلام للضیاء المقدسی: ج۲: ص۲۷۴)۔

(۱۳)　حافظ شمس الدین الذہبیؒ (م۷۴۸ھ) نے کہا:

''شجاع بن الوليد، ثنا ابن أبي عروبة، عن قتادة، عن زرارة بن أوفى، عن سعد بن هشام، عن عائشة: كان النبي [صلى الله عليه وسلم] لا يسلم في ركعتي الوتر، قلنا: يجوز هذا أن يوتر بسلام واحد، لكن يتشهد بينهم كالمغرب''۔

حدیثِ عائشہ کی وجہ سے، ہم کہتے ہیں کہ وتر، ایک ہی سلام کے ساتھ ادا کر سکتے ہیں، لیکن درمیان میں نمازِ مغرب کی طرح تشہد کے لیے بیٹھا جائے گا۔(تنقیح التحقیق: ج۱: ص۲۱٦)۔

(۱۴)　حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م۸۵۲ھ) نے محمد بن نصرؒ کے جرح کے جواب میں کہا:

''وأما قول محمد بن نصر لم نجد عن النبي صلى الله عليه وسلم خبرا ثابتا صريحا أنه أوتر بثلاث موصولة نعم ثبت عنه أنه أوتر بثلاث لكن لم يبين الراوي هل هي موصولة أو مفصولة انتهى فيرد عليه ما رواه الحاكم من حديث عائشة أنه كان صلى الله عليه وسلم يوتر بثلاث لا يقعد إلا في آخرهن''۔

محمد بن نصر کے قول ''کہ ہمیں نبی کریم ﷺ سے کوئی ایسی صحیح اور صریح حدیث نہیں ملی جس میں آپ ﷺ کا تین رکعت وتر متصل ادا کرنا ثابت ہو؛ ہاں، یہ ضرور ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے تین رکعت وتر پڑھے، لیکن راوی نے یہ وضاحت نہیں کی کہ وہ

متصل تھے یا الگ الگ''، کارد، حاکم کی روایت کرتی ہے کہ حضرت عائشہؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین رکعت وتر ادا فرماتے تھے اور آخری رکعت کے علاوہ کسی رکعت میں [سلام کے لئے] نہیں بیٹھتے تھے۔(فتح الباری: ج ۲: ص ۴۸۱)،

مزید حوالے اور بھی ذکر کئے جاسکتے ہیں، لیکن اہل انصاف کی خدمت میں اتنے حوالے کافی ہے، انشاء اللہ۔

لہذا محمد بن نصر المروزیؒ (م ۲۹۴ھ) کا اعتراض کمزور اور مرجوح ہے، واللہ اعلم۔

<u>اعتراض نمبر''۲'':</u>

* امام احمد بن حنبلؒ (م ۲۴۱ھ) نے کہا: ''هو خطأ''۔(ناسخ الحديث و منسوخه للأثرم: ص ۸۹)،

اور قاضی ابویعلی الحنبلیؒ (م ۴۵۸ھ) نے کہا: ''وروى أيضًا محمد بن أصرم المزني: أن أبا عبد الله سئل عن حديث عائشة - رضي الله عنها -: كان النبي - صلى الله عليه وسلم - لا يسلم من ركعتين من الوتر؟ فضعفه من قِبَل سعيد بن أبي عروبة''۔(التعليق الكبير في مسائل الخلافية بين الائمة: ج ۲: ص ۲۰۴، ت الفريح)،

<u>الجواب:</u>

خود، امام احمد بن حنبلؒ (م ۲۴۱ھ) کہتے ہیں: ''ومن سمع من سعيد بن أبي عروبة قبل الهزيمة فسماعه جيد، ومن سمع بعد الهزيمة، كأن أبي ضعفهم. فقلت: له: كان سعيد اختلط؟ قال: نعم. ثم قال: من سمع منه بالكوفة مثل محمد بن بشر، وعبدة، فهو جيد. ثم قال: قدم سعيد الكوفه مرتين قبل الهزيمة''۔(علل احمد بروايت ابنه: رقم ۸۶، ۱۱۱۰)،

* ایک اور روایت میں کہتے ہیں: کہ ''كل شيء رواه يزيد بن زريع، عن سعيد فلا تبال أن لا تسمعه عن أحد، سماعه من سعيد قديم، وكان يأخذ الحديث بنية''۔(الکامل لابن عدی: ج ۴: ص ۴۴۶)،

یعنی، خود، امام احمد بن حنبلؒ (م ۲۴۱ھ) کے نزدیک، یزید بن زریعؒ، عبدۃؒ کا سماع، سعید بن ابی عروبہؒ (م ۱۵۷ھ) سے قدیم اور جید ہے، اور سعید سے، انہی حضرات کی طریق سے، یہ وتر کے سلسلے میں حدیثِ عائشہ، مروی ہے، چنانچہ

- ثقہ، ثبت، حافظ، امام ابوجعفر الطحاویؒ (م ۳۲۱ھ) نے کہا:

''حدثنا ابن أبي داود, قال: ثنا محمد بن المنهال, قال: ثنا <u>يزيد بن زريع, عن سعيد</u> عن قتادة, عن زرارة بن أوفى عن سعد بن هشام, عن عائشة رضي الله عنها, قالت: كان نبي الله صلى الله عليه وسلم لا يسلم في

ركعتي الوتر ''۔(شرح معانی الآثار: ج۱:ص۲۸۰)،

- ثقہ، حافظ، امام ابوبکر ابن ابی شیبہؒ (م۲۳۵ھ) نے کہا:

''حدثنا عبدة، عن سعيد، عن قتادة، عن زرارة، عن سعيد بن هشام، عن أبيه، عن عائشة، قالت: » كان رسول الله صلى الله عليه وسلم، لا يسلم في ركعتي الوتر ''۔(مصنف ابن ابی شیبۃ: ج۴:ص۴۹۴، حدیث نمبر ۶۹۱۲)،

یعنی قدیم اور جید السماع، شاگر یزید بن زریعؒ، عبدۃؒ نے یہ روایت، سعید بن ابی عروبۃؒ (م۱۵۷ھ) سے نقل کی ہے، بلکہ یزید بن زریعؒ (م۱۸۲ھ)، سعید بن ابی عروبۃؒ (م۱۵۷ھ) کی روایات میں، اثبت الناس ہیں، (فتح الباری: ج۵:ص ۱۵۸)، لہذا امام احمد بن حنبلؒ (م۲۴۱ھ) کا اعتراض کمزور ہے، نیز ان کے متابع میں ابانؒ، موجود ہیں، مگر امام بیہقیؒ (م۴۵۸ھ) کہتے ہیں کہ ابان کے طریق میں، ابان سے غلطی ہوئی ہے، جیسا کہ تفصیل گزر چکی، مگر شیخ یاسر الفتحی حفظہ اللہ نے کہا: ''الوهم فيه عندی من شيبان، لا من أبان، والله اعلم ''۔(فضل الرحیم الودود: ج۱۵:ص۳۱۳)،

یعنی علماء، اس حدیث کی علت پر، متفق ہی نہیں ہیں، چنانچہ کوئی کہتے ہے کہ ابان کی غلطی ہے، کوئی کہتے ہے کہ ابان سے نہیں، شیبان سے غلطی ہوئی ہے، جب کہ ان حضرات کے متابع میں سعید بن ابی عروبۃؒ، موجود ہیں، تو کہا جاتا ہے کہ ان سے بھی غلطی ہوئی ہے، جب کہ ان سے، ان کے أثبت الناس، جید السماع، شاگرد حضرات نے یہ روایت نقل کی ہے، پھر سعید بن ابی عروبۃؒ، کے متابع میں شعبۃ بن الحجاجؒ (م۱۶۰ھ) موجود ہیں، اور پھر صدوق، حسن الحدیث راوی، یزید بن یعفرؒ کی روایت بھی، ان کے متابع میں موجود ہیں۔(دیکھئے ص ۶۴، ۴۸، ۵۲)،

الغرض ائمہ کا، اس روایت کی علت پر متفق نہ ہونا، ان کی جرح مزید کمزور بنا دیتا ہے، اور غالباً یہی وجہ ہے کہ متاخرین ائمہ حدیث نے ان حضرات کی جروحات کو نظر انداز کر کے، اس روایت کی تصحیح فرمائیں ہے، جس کی تفصیل گزر چکی،

لہذا یہ جروحات نہایت ہی کمزور اور مرجوح ہے اور صحیح یہی ہے کہ حضرت عائشہ کی یہ ''۳ رکعت وتر''، کی حدیث، مستقل، الگ اور محفوظ روایت ہے، واللہ اعلم۔

دلیل نمبر ''۸'':

- امام اہل السنۃ، امام احمد بن حنبلؒ (م۲۴۱ھ) نے کہا:

قال: [يحيى بن زكريا] بن أبي زائدة: عن [سعيد] بن أبي عروبة عن قتادة [عن زرارة] عن سعد بن هشام عن عائشة قالت كان النبي صلى الله عليه وسلم لا يسلم في الركعتين من الوتر من الثلاث۔

حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، وتر کی ۳ رکعت میں، دوسری رکعت میں سلام نہیں پھیرتے تھے۔(**العلل ومعرفۃ الرجال لاحمد بروایت عبداللہ: رقم ۴۸۶۹**)،[۱]

سند کی تحقیق:

(۱) امام اہل السنۃ، امام احمد بن حنبلؒ(م ۲۴۱ھ)، ثقہ، حافظ، حجت، فقیہ، امام ہیں۔(**تقریب: رقم ۹۶**)،

(۲) ان کے شیخ، یحیی بن زکریا بن ابی زائدہؒ (م ۱۸۴ھ) کتب ستہ کے راوی اور ثقہ، متقن ہیں۔(**تقریب: رقم ۷۵۴۸**)،

(۳) سعید بن ابی عروبۃ البصریؒ(م ۱۵۶ھ) کا تعارف گزر چکا،(**دیکھئے ص**)، اور ان کے شاگرد، یحیی بن زکریا بن ابی زائدہؒ (م ۱۸۴ھ) کا، ان سے، ان کے اختلاط سے پہلے روایت لینے کا امکان ہے، کیونکہ بصرہ کے شیوخ، سے انہوں نے (۱۴۰ھ)، سے پہلے ہی علم حاصل کرنا، شروع کر دیا تھا، کیونکہ وہ داود بن ابی الہند البصریؒ(م ۱۴۰ھ) کے شاگرد ہیں، جن کی وفاۃ (۱۴۰ھ) میں یا اس سے پہلے ہوئی ہے۔(**سیر: ج۸: ص ۳۳۸، تقریب: رقم ۱۸۱۷، المستدرک للحاکم: ج۱: ص ۶۰۹، حدیث نمبر ۱۶۱۳**)،

بلکہ سعید کے شیوخ میں خالد بن سلمۃ، ابو سلمۃ الکوفیؒ کی وفاۃ، (۱۳۲ھ) میں ہوئی ہے،(**تقریب: رقم ۱۶۴۱، تہذیب الکمال: ج۱۳: ص ۳۰۵**)، اور نیز ان کے شیوخ میں موجود، الحسین بن الحارث الجدلیؒ، کے وفاۃ تو (۱۲۰ھ) میں یا علی الاکثر (م ۱۳۰ھ) سے پہلے پہلے ہوئے ہے۔(**تاریخ الاسلام: ج۳: ص ۲۲۳، ۳۹۷**)،

جب کہ ثقہ، حافظ، امام سعید بن ابی عروبہؒ(م ۱۵۶ھ) کا اختلاط، (۱۴۵ھ)، میں ہوا ہے۔(**مرویات المختلطین فی الصحیحین للدکتور جاسم: ص ۲۲**)، لہذا، یحیی کا، ان سے قبل الاختلاط، روایت لینا، راجح معلوم ہوتا ہے اور امام احمد بن حنبلؒ (م ۲۴۱ھ) کے کلام سے بھی، اس کا اشارہ ملتا ہے،[۲]، واللہ اعلم۔

(۴) قتادۃ بن دعامۃؒ (م ۱۱۹ھ) کتب ستہ کے راوی اور ثقہ، ثبت ہیں۔(**تقریب: رقم ۵۵۱۸**)،

---

[۱] امام احمدؒ (م ۲۴۱ھ) کے الفاظ یہ ہیں: ''**بن أبي زائدة ينقص من هذا الحديث يعني حديث بن أبي عروبة عن قتادة عن سعد بن هشام عن عائشة قالت كان النبي صلى الله عليه وسلم لا يسلم في الركعتين من الوتر من الثلاث قال أبي: فترك منه زرارة**''۔

[۲] یہاں، امام صاحبؒ (م ۲۴۱ھ) نے - جیسا کہ اوپر متن میں موجود ہے - خطاء کی نسبت، ابن ابی زائدہؒ کی طرف کی ہے، نہ کہ سعید کے اختلاط کی طرف، جن سے، ابن ابی زائدہؒ، کا سعید کے اختلاط سے، محفوظ رہنا معلوم ہوتا ہے، واللہ اعلم۔

نوٹ:

امام قتادةؒ (م۱۱۹ھ)، سے، یہ روایت امام شعبة بن الحجاجؒ (م۱۶۰ھ) نے نقل کی ہے، جو کہ قتادةؒ کے سماع پر محمول ہوگی اور ان کے متابع میں، صدوق، حسن الحدیث راوی، یزید بن یعفرؒ، موجود ہیں، جیسا کہ تفصیل گزر چکی، لہذا اس وجہ سے بھی، ان کی ''عنعنہ'' پر اعتراض بیکار ہے۔

(۵)　زرارة بن اوفیؒ (م۹۳ھ) کتب ستہ کے راوی اور ثقہ، عابد ہیں۔ (تقریب: رقم ۲۰۰۹)،

(۶)　سعد بن ہشام الانصاریؒ (م قبل ۹۰ھ) کتب ستہ کے راوی اور ثقہ ہیں۔ (تقریب: رقم ۲۲۵۸)،

(۷)　عائشة بنت ابی بکر الصدیقؓ (م۵۷ھ) مشہور صحابیہ رسول ﷺ اور امّ المؤمنین ہیں۔ (تقریب: رقم ۸۶۳۳)،

حکم:

اس کے تمام روات ثقہ یا صدوق ہیں، اور سند صحیح ہے، اور معلوم ہوا کہ ابانؒ کی طرح، سعید بن ابی عروبةؒ (م۱۵۷ھ) کی روایت میں بھی ''۳ رکعت'' وتر کی تصریح موجود ہے۔

دلیل نمبر ''۵'':

- حافظ ابوحاتم، ابن حبانؒ (م۳۵۴ھ) نے کہا:

''أخبرناه أحمد بن يحيى بن زهير ثنا عبدالله بن الصباح العطار ثنا أبو بكر البكراوي عن إسماعيل بن مسلم عن الحسن عن سعد بن هشام عن عائشة قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الوتر ثلاث كصلاة المغرب''۔

(المجروحین: ج۱: ص۱۴۷، ت محمد ابراہیم زاید، طبع دار الوعی)،

امام ابوالقاسم الطبرانیؒ (م۳۶۰ھ) نے کہا:

''حدثنا محمد بن أحمد الرقام التستري، ثنا عبد الله بن الصباح العطار، ثنا أبو بحر البكراوي، ثنا إسماعيل بن مسلم، عن الحسن، عن سعد بن هشام، عن عائشة، قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: الوتر ثلاث كثلاث المغرب''۔

حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ وتر کی ''۳ رکعت''، مغرب کے ''۳'' رکعت کی طرح ہیں۔

(المعجم الاوسط للطبرانی: ج۷: ص۱۶۵)،

سند کی تحقیق:

(۱) امام ابو القاسم الطبرانیؒ (م ۳۶۰ھ) ثقہ، حجت، حافظ ہیں۔(ارشاد القاصی والدانی: ص ۳۶)، اور ان کے متابع میں ثقہ، حافظ، ابو حاتم، ابن حبان البستیؒ (م ۳۵۴ھ) ہیں۔(الدلیل المغنی لشیوخ الدارقطنی: ص ۳۷۰)،

(۲) محمد بن احمد بن حفص، ابو حفص الرقام التستریؒ، سے ایک جماعت نے روایت لی ہے، اور حافظ ابن حبانؒ (م ۳۵۴ھ) نے ان کی روایت کو اپنے صحیح میں تخریج کی ہے۔(زوائد رجال ابن حبان علی الکتب الستة للدکتور یحیی الشھری: ص ۱۱۰۶)، لہذا ان کی شرط کے مطابق، وہ ان کے نزدیک ثقہ یا صدوق ہیں، (مقدمة صحیح ابن حبان: ج ۱: ص ۱۰۴)، اور حافظ نور الدین الہیثمیؒ (م ۸۰۷ھ) نے بھی ان کو ثقہ قرار دیا ہے۔(المعجم الاوسط للطبرانی: ج ۷: ص ۱۶۶، حدیث نمبر ۷۱۷۳، مجمع الزوائد: حدیث نمبر ۱۴۲۹۹)، نیز ان کے متابع میں، حجت، حافظ، امام احمد بن یحیی بن زہیر، ابو جعفر التستریؒ (م ۳۱۰ھ) ہیں۔(تاریخ الاسلام: ج ۷: ص ۱۵۲)،

(۳) عبد اللہ بن الصباح العطارؒ (م ۲۵۰ھ) کتب خمسہ ما خلا ابن ماجہ کے راوی اور ثقہ ہیں۔(تقریب: رقم ۳۳۹۲)،

(۴) ابو بحر البکراوی، عبد الرحمٰن بن عثمان الثقفی البصریؒ (م ۱۹۵ھ)، سنن ابی داود وسنن ابن ماجہ کے راوی اور ضعیف ہیں۔(تقریب: رقم ۳۹۴۳)، لیکن متابع میں مقبول ہیں، چنانچہ

- امام یحیی بن سعید القطانؒ (م ۱۹۸ھ)، ''حسن الرأی فیه و حدث عنه''، ان کے بارے میں اچھی رائے رکھتے اور ان سے روایت بیان کرتے تھے۔

- ایک روایت میں، امام احمد بن حنبلؒ (م ۲۴۱ھ) نے کہا: ''لا بأس به''۔

- حافظ ابو الحسن العجلیؒ (م ۲۶۱ھ) نے کہا: ''عبد الرحمن بن عثمان أبو بحر البكراوي ثقة''۔

- حافظ ابو حاتم الرازیؒ (م ۲۷۷ھ) نے کہا: ''ليس بقوي، يكتب حديثه و لا يحتج به''۔

- حافظ ابن عدی الجرجانیؒ (م ۳۶۵ھ) نے کہا: ''و أبو بحر البكراوي مشهور معروف من أهل البصرة من ولد أبي بكرة، له أحاديث غرائب عن شعبة و عن غيره من البصريين، و هو ممن يكتب حديثه''۔(تہذیب التہذیب: ج ۶: ص ۲۲۶)،

- حافظ ابن شاہینؒ (م ۳۸۵ھ) نے ''الثقات'' میں شمار کیا ہے۔(کتاب الثقات لابن شاہین: رقم ۸۰۴)،

- حافظ نور الدین الہیثمیؒ (م ۸۰۷ھ) نے کہا: ''و فيه أبو بحر البكراوي و ثقه أحمد، و أبو داود، و ضعفه جماعة''۔(مجمع الزوائد: حدیث نمبر ۵۸۶۷)،

لہذا متابع میں، ان کی روایت قابل ذکر ہوگی۔

(۵)　اسماعیل بن مسلم المکی، ابواسحاق البصریؒ، سنن الترمذی وسنن ابن ماجہ کے راوی اور ضعیف، فقیہ ہیں۔(تقریب: رقم ۴۸۴)، اور ان کی روایت بھی متابع میں مقبول ہے، چنانچہ

- ثبت، امام اسماعیل بن ابی خالدؒ(م ۱۴۶ھ)، امام الاوزاعیؒ(م ۱۵۷ھ)، امام عبداللہ بن المبارکؒ(م ۱۸۱ھ)، امام سفیان بن عیینہؒ(م ۱۹۸ھ)، وغیرہ نے، ان سے روایت لی ہے اور یہ حضرات اپنے نزدیک، صرف ثقہ سے روایت لیتے تھے۔

(دراسات حدیثیة متعلقة بمن لا یروی إلا عن ثقة للشیخ ابی عمرو الوصابی: ص ۲۲۲، ۲۴۴، ۲۶۸، ۲۸۴)۔

- حافظ عمرو بن علی الفلاسؒ(م ۲۴۹ھ) نے کہا: ''**إسماعیل المکی یحدث عنه أهل الکوفة: الأعمش وإسماعیل بن أبی خالد، وجماعة، وکان ضعیفا فی الحدیث، یهم فیه، وکان صدوقا یکثر الغلط**''۔

- حافظ ابوحاتم الرازیؒ(م ۲۷۷ھ) نے کہا: ''**إسماعیل هو ضعیف الحدیث، لیس بمتروك، یکتب حدیثه**''۔

- حافظ بزارؒ(م ۲۹۲ھ) نے کہا: ''**لیس بالقوي، وقد حدث عنه الأعمش والثوري وخلق من أهل العلم**''۔

- حافظ ابواحمد، ابن عدیؒ(م ۳۶۵ھ) نے کہا: ''**أحادیثه غیر محفوظة عن أهل الحجاز، والبصرة، والکوفة، إلا أنه ممن یکتب حدیثه**''۔(**تہذیب الکمال: ج ۳: ص ۱۹۸**)۔

- حافظ نورالدین الہیثمیؒ(م ۸۰۷ھ) نے کہا: ''**وفیه إسماعیل بن مسلم المکي، وهو مع ضعفه یکتب حدیثه**''۔

(**مجمع الزوائد: حدیث نمبر ۵۳۹۷**)۔

لہذا ان کی روایت بھی، متابع میں قابل ذکر ہیں۔

(۶)　الحسن البصریؒ(م ۱۱۰ھ) کتب ستہ کے راوی اور ثقہ، حافظ، فقیہ، فاضل ہیں۔(**تحریر تقریب التہذیب: رقم ۱۲۲۷**)۔

(۷)　سعد بن ہشام بن عامر الانصاریؒ، کتب ستہ کے راوی اور ثقہ ہیں۔(**تقریب: رقم ۲۲۵۸**)۔

(۸)　حضرت عائشہؓ(م ۵۷ھ) مشہور صحابیہ رسول ﷺ اور ام المومنین ہیں۔(**تقریب: رقم ۸۶۳۳**)۔

حکم:

اس کے تمام روات ثقہ یا صدوق ہیں، سوائے ابو بحر البکراوی، عبدالرحمٰن بن عثمان الثقفی البصریؒ(م ۱۹۵ھ) اور اسماعیل بن مسلم المکی، ابواسحاق البصریؒ کے، اور وہ دونوں ضعیف ہیں، مگر متابع میں مقبول ہیں۔

اور ضعیف حدیث سے ترجیح وتائید حاصل کرنا صحیح ہے۔(**[برقی] مجلہ دفاع اسلاف: ش ۲۸: ص ۳۴**)۔

لہذا یہ حدیث بھی، ماقبل کی روایات کی تائید کرتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ''۳ رکعت'' وتر کو، ایک سلام کے ساتھ پڑھتے تھے، واللہ اعلم۔

❁❁❁❁❁

التقويب بأقوال المحدثين من شبه القارة الهندية وغيرهم على تقريب التهذيب۔

[القسط الثانی]

الحمدُ للهِ وكفى، وسلامٌ على عبادِه الذين اصطفى، أمّا بعد: فقد كتبتُ تعليقاتٍ على تقريب التهذيب للإمامِ الحافظ ابن حجر العسقلاني رحمه الله تعالى، جمعتُ فيها أقوالَ علماءٍ ومحدِّثي شبهِ القارةِ الهندية في الحكمِ على الرواةِ من حيثُ التوثيقُ والتعديلُ والتجريحُ، إظهارًا لجهودِ أهلِ تلك الديار في هذا الفنِّ، تسهيلًا للفائدةِ وتقريبًا للعلم۔

وأسألُ اللهَ تعالى أن يجعلَ هذا العملَ خالصًا لوجهِه الكريم، وأن ينفعَ به، ويجعلَه لي ذخيرةً في الآخرة، وأن يعمَّ نفعُه أمةَ محمدٍ ﷺ۔

آمین، ثم آمین۔

- محمد عاقل أحمد

قال الإمام،الحافظ،أمير المؤمنين فى الحديث،أبو الفضل أحمد بن على ابن حجر العسقلانى رحمه الله **(م٨٥٢هـ)** :

أبو بكر النهشلي، الكوفي، قيل: اسمه عبد الله بن قطاف، أو ابن أبي قطاف، وقيل: وهب، وقيل: معاوية: صدوق، رمي بالإرجاء، من السابعة، مات سنة ست وستين. م ت س ق. **(تقريب التهذيب:رقم ٨٠٠١، ت عوامة)**

قلت :

ولو قال ثقة أو ثبت،كما قال أبى داود لكان أرجح،

- فقد قال الحافظ نفسه فى بَذْلُ المَاعُونِ في فَضْلِ الطَّاعُون:

أبو بكر النهشلي و هو ثقة أخرج له مسلم،وقد اختلف في اسمه، لكنه مشهور بكنيته، قال أحمد بن حنبل و يحيى بن معين و العجلي : ثقة. و قال أبو حاتم : شيخ صالح يكتب حديثه. **(ص١١٢)**،

* وكذا قال فى فتح البارى :

فأخرجه من طريق أبي بكر النهشلي عن زياد بن علاقة عن أسامة بن شريك قال خرجنا في بضع عشرة نفسا من بني ثعلبة فإذا نحن بأبي

موسى ولا معارضة بينه وبين من سماه يزيد بن الحارث لأنه يحمل على أن أسامة هو سيد الحي الذي أشار إليه في الرواية الأُخرى واستثبته فيما حدثه به الأُول وهو يزيد بن الحارث ورجاله رجال الصحيحين إلا المبهم وأسامة بن شريك صحابي مشهور **والذي سماه وهو أبو بكر النهشلي من رجال مسلم فالحديث صحيح بهذا الاعتبار**۔(ج١٠:ص١٨١-١٨٢)،

* قال [في سند وهو أحد رواته]:

ورجاله ثقات۔(**الدراية فى تخريج أحاديث الهداية :ج١: ص١٥٢**)،

- قال الإمام،المحقق،أبو الحسنات،عبدالحي بن عبدالحليم الأنصاري اللكنويؒ(م١٣٠٤ھ) :

وفي "التقريب" و"الكاشف": أبو بكر النهشلي الكوفي، قيل: اسمه عبد الله بن قطاف أو ابن أبي قطاف، وقيل: وهب، وقيل: معاوية **صدوق ثقة**۔(**التعليق الممجد: ج١:ص٣٩٨**،ت الندوى)،

- قال العلامة،المحدث،الناقد،الإمام محمد بن على النيمويؒ **(م١٣٢٢ھ)** : [في سند وهو أحد رواته]

إسناده صحيح ۔**(آثار السنن:ص١١٢)**،

* وقال أيضاً:

وقد قال البيهقى:أبوبكر ليس ممن يحتج بروايته:فليتأمل هذا القول بالإنصاف،فإن أبا بكر النهشلى ممن أحتج مسلم فى صحيحه وقال الخزرجى فى خلاصته :وثقه ابن معين والعجلى وقال الذهبى بعد ذكر أقوال الإئمة فى ميزان الاعتدال:صدوق،حسن الحديث،فبعد هذا،فما الذى يمنع من الإحتجاج بحديثه ؟**فثبت عن على ترك رفع اليدين بإسناد صحيح** .**(جلاء العين فى رفع اليدين:ص ۳۷۲-۳۷۳**،طبع مع رسائل النيموى باللغة الاردية، ت فضل الرحمٰن)،

- قال العلامة،المحدث،الشيخ السيد أمير علي المليح آبادى اللكهنویؒ(م۱۳۳۷ھ) :

النهشلى عند مسلم فى قبلة الصائم،**وثقه أحمدويحيى والعجلى** وتكلم فيه ابن حبان بكلام طويل ثقيل.**(تعقيب تقريب التهذيب:ص ۵۷۷)**،

- قال إمام العصر،المحدث،الحافظ السيد أنور شاه بن معظم شاه الكشميریؒ(م۱۳۵۳ھ) :

إسناده صحيح، -وهو أحد رواته- قلت: قال الحافظ ابن حجر فى الدراية: رجاله ثقات، وقال الزيلعى: هو أثر صحيح، وقال العينى فى عمدة القارى: إسناد حديث عاصم بن كليب صحيح على شرط مسلم. **(نيل الفرقدين مع حاشيته بسط اليدين: ص١٢٨**، طبع مع مجموعة رسائل الكشميرى: ج١: ص٢٨٦)،

* وقال أيضاً:

إبن مهدى يوثق النهشلى كما فى التهذيب. **(الإتحاف لمذهب الأحناف: ج٢: ص٣٦)**،

* وقد أثبت [أى الكشميرى] أنه من الثقات. (أنظر **الإتحاف لمذهب الأحناف: ج٢: ص٣٧)**،

- قال المفسر، المحدث، الإمام شبير أحمد بن فضل الرحمٰن العثمانيؒ **(م١٣٦٩ھ)**:

وروى الطحاوى وابن أبى شيبة **بإسناد صحيح** -وهو أحد رواته- عن عاصم بن كليب عن أبيه: ان علياً كان يرفع يديه فى أول تكبيرة من الصلاة، ثم لا يرفع بعد. **(فتح الملهم: ج٣: ص٢٣٩**، ت محمود شاكر)،

- وكذا صححه

- المحدث، المحقق، الفاضل، الأديب السيد يوسف بن زكريا الحسيني البنوري(م١٣٩٧ھ)۔ **(معارف السنن: ج٢ :ص٣٩٣)**،

- والمفسر، المحقق الكبير، المتكلم، الإمام إدريس بن إسماعيل الكاندهلوي(م١٣٩٤ھ)۔ **(التعليق الصبيح: ج١: ص٣٣٨، طبع قديم)**،

- والشيخ الأجل، الناقد، الفقيه، السيد مهدى حسن بن كاظم حسن الشاهجهانبوري(م١٣٩٤ھ) وغيره۔ **(قلائد الأزهار على كتاب الآثار: ج١ :ص٢٠٥)**،

- قال العالم، الداعى الكبير، العلامة، الفهامة، الشيخ محمد يوسف بن محمد إلياس الصديقى الكاندهلوي(م١٣٨٤ھ) :

أبو بكر النهشلى الكوفى قيل هو ابن عبد الله بن أبى قطاف وقيل ابن قطاف وقيل اسمه عبد الله بن قطاف وقيل ابن معاوية بن قطاف من رواة مسلم والترمذى والنسائى وابن ماجة، قال أبو داود: ثقة، كوفى، مرجى وقال أحمد ويحيى والعجلى: ثقة وقال ابن مهدى: كان من ثقات مشيخة الكوفة وقال أبو حاتم: شيخ صالح يكتب حديثه وقال ابن سعد: و هو نهشلى من أنفسهم ، و كان مرجئا ،و كان عابدا ناسكا ، [وقال الحافظ ابن حجر]و له أحاديث ، و منهم من يستضعفه، توفى يوم الفطر سنة ست ستين ومأة۔ **(أماني الأحبار: ج٣: ص٣٦)**،

- وقال المحدث، المحقق، الفقيه، الإمام ظفر أحمد بن لطيف أحمد العثمانی التهانویؒ **(م۱۳۹۴ھ)** :

فالحاصل: أن حديث ابن أبي الزناد هذا شاذ خالف فيه الثقات، وأتى بزيادة لم يأتوا بها، وهو وإن كان مختلفا فيه والاختلاف لا يضر ولكن إذا لم يعارضه أقوى منه، وههنا ليس كذلك، فحديث عاصم بن كليب، -وهو أحد رواته- عن أبيه، عن على يعارضه، وهو أصح منه وأقوى **فإنه على شرط مسلم**۔

* وكذا أشار أنه من الثقات۔ **(إعلاء السنن: ج۲: ص۸۳۳**، ت خليل الميس)،

- قال المحدث الحكيم محمد أيوب المظاهری السهارنبوريؒ **(م۱۴۰۷ھ)** :

قلت :روی ايضاً عن الأعمش ويزيد بن صهيب الفقير وعنه ابن المبارك ووكيع وبهز بن أسد ويحيى بن آدم وابن مهدي وأبو تميلة عبيد بن يحيى وأبو نعيم وعون بن سلام وعمرو بن مرزوق وجبارة بن مغلس وآخرون قلت: منهم أبو داؤد الطيالسی ومحمد بن الحسن الشيباني وعاصم بن علي الواسطي ويحيى بن عبد الحميد الحماني، قال أبو داود :ثقة كوفي مرجي ،فقال ابن معين: ثقة وقال العجلي: ابو بكر بن قطاف النهشلي من

أنفسهم ثقة،قال ابن مهدي: كان من ثقات مشيخة الكوفة وقال أبو حاتم: شيخ صالح يكتب حديثه وهو عندي خير من أبي بكر الهذلي،قال مطين: مات يوم عيد الفطر سنة ست وستين ومائة،أخرج له الجماعة سوى البخاري وأبوداؤد وله عند الطحاوى حديث في بعض قراءة بسم الله الرحمن الرحيم فى الصلاة۔ **(تراجم الأحبار: ج۴: ص۳٦۲)**،

- قال صاحبا تحرير تقريب التهذيب، شعيب الأرنؤوطؒ **(م۱۴۳۸ھ)** و بشار عواد معروف حفظه الله:

بل: ثقة، وثقه أحمد، وابن معين، وأبو داود، ويعقوب بن سفيان، والعجلي، والدارقطني، وقال أبو حاتم: شيخ صالح يكتب حديثه، وهو عندي خير من أبي بكر الهذلي. وضعفه ابن حبان وحده، وقال الذهبي: هو حسن الحديث صدوق۔ **(تحرير تقريب التهذيب: رقم ۸۰۰۱)**،

قلت:

قال المحدث،الإمام بدر الدين العينيؒ **(م۸۵۵ھ)**:

ورجاله ثقات-وهو أحد رواته-،فقد رواه عن النهشلي جماعة من الثقات: ابن مهدي وأحمد بن يونس وغيرهما، وأخرجه ابن أبي شيبة في مصنفه كما ذكرناه، والنهشلي أخرج له مسلم وغيره كما ذكرنا، ووثقه ابن حنبل وابن

معين وقال أبو حاتم: شيخ صالح يكتب حديثه. وقال الذهبي في كتابه: رجل صالح تكلم فيه ابن حبان بلا وجه. **(نخب الأفكار: ج۴: ص۱۷۷)**،

- قال الحافظ ابن القطان الفاسیؒ **(م۶۲۸ھ):**

وهو ثقة. **(بيان الوهم والإيهام: ج۳: ص۶۰۱)**،

- و قال الحافظ علاء الدين، ابن التركمانیؒ**(م۷۵۰ھ):**

والنهشلي أخرج له مسلم ووثقه جماعة. **(الجوهر النقى: ج۱۰: ص۳۴۷، طبع مع السنن الكبرى للبيهقى)**،

- وكذا قال تلميذه الحافظ ابن الملقنؒ **(م۸۰۴ھ):**

والنهشلي أخرج له مسلم ووثقه جماعة. **(البدر المنير: ج۹: ص۵۶۷)**،

- ذكره الإمام ابن شاهینؒ**(م۳۸۵ھ)** فی ''الثقات''، وقال:

أبو بكر النهشلي، ثقة. **(الثقات لابن شاهين: رقم۱۶۷۱)**،

- وقال صفى الدين الخزرجیؒ**(م بعد ۹۲۳ھ):**

وثقه ابن معين والعجلي. **(الخلاصة: ص۴۴۵)**،

- قال حافظ المغرب،الإمام ابو عمر ابن عبد البرؒ**(م۴۶۳ھ):**

هو عندهم ثقة، إلّا أن أبا حاتم الرازى،قال:هو شيخ صالح يكتب حديثه،قال:وهو عندى خير من أبى بكر الهذلى۔**(الإستغناء:ج۱: ص۴۴۸)**،

- وقال الحافظ،الناقد،الإمام شمس الدين الذهبیؒ**(م۷۴۸ھ):**

وقد تكلم فيه ابن حبان، فقال: كان شيخا صالحا فاضلا، غلب عليه التقشف حتى صار يهم ولا يعلم، ويخطئ ولا يفهم، فبطل الاحتجاج به،قلت: دع عنك الخطابة، **فالرجل حجة قد وثقه إماما الفن،** واحتج به مسلم۔**(تاريخ الإسلام:ج۴:ص۵۵۶)**،

* قال أيضاً: ثقة۔**(الكاشف:رقم ۶۵۴۸)**،

- وقال المحدث أبو إسحاق الحوينیؒ**(م۱۴۳۶ھ):**

أبو بكر النهشلي وثقه أحمد وابن معين وأبو داود والعجلي، وقال أبو حاتم: "شيخ صالح يكتب حديثه". وقال الحافظ في "التهذيب" : "ومنهم من يستضعفه"، قلت: هو يوميء إلى كلام ابن حبان في "المجروحين" الذي انفصل فيه على أنه: "كان ممن كثر خطؤه فبطل الاحتجاج به إذا انفرد". ووصف الذهبي عبارته هذه بأنها "عبارة ثقيلة"

لأن الرجل قد وثقه من ذكرت فهم أرجح بلا ريب وابن حبان ربما هول۔(**نثل النبال: ج۴: ص۱۸۷**)،

- وقال ناصر الدين الألبانیؒ(**م۱۴۲۰ھ**):

وأبو بكر النهشلی ثقة من رجال مسلم اختلف فی اسمه۔(**إرواء الغليل: ج٦: ص۱۷**)،

- قال الدكتور محمد علی قاسم العمری حفظه الله:

وحكم الحافظ ابن حجر عليه بأنه صدوق فيه نظر، فقد وثقه كل من ابن معين وابن سعيد القطان والعجلي، وقال أبو حاتم: صالح يكتب حديثه. وأما قول ابن سعد ومنهم من يستضعفه فليس بقادح يقدح فيمن وثقه أئمة هذا الشأن۔(**سؤالات أبي عبيد الآجري أبا داود السجستاني في الجرح والتعديل:ص۲۰۸**،ت العمری)،

قلت:

فأبو بكر النهشلی ثقة بل هو ثبت أو حجة،وقول ابن حجر بأنه صدوق فيه نظر،والله اعلم۔

یاداشت